Over 185K Followers

06 TO 11 OCTOBER, 2025

۶تا۱۱ اکتوبر ۲۰۲۵ ☆☆☆

صارفین سے سرکار تک

چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

کنزیومر واچ

ایڈیٹر: نشید آفاقی

CONSUMER WATCH KARACHI

Government of Pakistan office of the Press Registrar Islamabad Registration No.2793

قرضوں کے بوجھ تلے دبا پاکستان
ہر شہری لاکھوں کا مقروض

خطے میں پاکستان کی معیشت پیچھے مہنگائی میں آگے، اے ڈی بی رپورٹ

سی پیک کا دوسرا مرحلہ: پاکستان کی معیشت کے لیے ایک نیا باب

چین کا مون فیسٹیول

ٹک ٹاکرز پر ٹیکس عائد کرنے کا منصوبہ

Over 185K Followers on social media now shining in print too

چینی سائنس دانوں کا کارنامہ اب کھڑکیاں بھی بجلی بنائیں گی!

بیجنگ (کنزیومر واچ نیوز) چین کے سائنسدانوں نے ایک ایسی شفاف کوٹنگ تیار کی ہے جو عام شیشے کی کھڑکیوں کو بجلی بنانے والے شمسی پینلز میں تبدیل کر سکتی ہے۔ بیجنگ یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والی سائنس دانوں کی ٹیم کے مطابق یہ دریافت عالمی سطح پر شفاف توانائی کی منتقلی کی رفتار میں تیزی لا سکتی ہے۔ یہ نئی ٹیکنالوجی مبنی ہے۔ اس شفاف کوٹنگ کی خاص بات یہ ہے کہ یہ سورج کی روشنی کو شیشے کے اندر جذب کرنے کے بجائے کناروں پر مرکوز کرتی ہے، جہاں یہ توانائی میں تبدیل ہوتی ہے۔ اس شفاف کوٹنگ کو موجودہ کھڑکیوں کی ساخت بدلے بغیر ان پر لگایا جا سکتا ہے۔ تحقیقاتی ٹیم کے رہنما اور آپٹیکل انجینئر وی ہو کا کہنا تھا کہ CUSC ڈیزائن سولر ٹیکنالوجی کو تعمیرات میں خوبصورتی نقصان پہنچائے بغیر شامل کرنے کی جانب ایک قدم ہے۔

جیورجیا میں 18 لاکھ سال پرانا انسانی جبڑا دریافت

جیورجیا (کنزیومر واچ نیوز) حال ہی میں جارجیا میں ماہرین آثار قدیمہ کو 18 لاکھ سال پرانا انسانی جبڑا ملا ہے۔ رپورٹس کے مطابق رواں سال 2025 میں جارجیا کے اوروزمانی نامی مقام پر ایک 18 لاکھ سال پرانا نچلے حصے کا جبڑا دریافت ہوا ہے جسے قدیم انسان کی ایک قسم سے تعلق دیا جا رہا ہے۔ انسانوں کی اس ابتدائی قسم کو سائنسدانوں نے Homo erectus کا نام دے رکھا ہے۔ یہ دریافت افریقہ کے باہر پائے جانے والے قدیم انسانوں میں سے ایک ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے ابتدائی گروہ کس طرح یوریشیا میں پھیل گئے۔ جبڑے کے علاوہ سائنسدانوں کو اسی مقام سے مختلف جانوروں کے فوسلز بھی ملے ہیں جیسے کہ ہاتھی، بھیڑیے، گائے، زرافہ، ٹائگر وغیرہ جبکہ اس کے ساتھ ساتھ پتھر کے اوزار بھی پائے گئے ہیں۔

ناسا نے 6000 نئے سیاروں کی تصدیق کردی

نیویارک (کنزیومر واچ نیوز) ناسا نے اعلان کیا ہے کہ ہمارے شمسی نظام سے باہر 6000 سے زائد سیاروں (exoplanets) کی تصدیق ہو چکی ہے۔ ناسا کا یہ اعلان رواں ماہ میں سامنے آیا ہے۔ یہ تعداد سیاروں پر متعدد طریقوں اور تجزیاتی ثبوتوں کے بعد سائنسی برادری کی طرف سے تصدیق شدہ ہے جبکہ اس کے علاوہ ہزاروں دیگر امیدوار سیارے بھی موجود ہیں جو ابھی مکمل تصدیق کے منتظر ہیں۔ خیال رہے یہ صرف ایک عددی سنگ میل ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ حال ہی میں 6000 نئے دریافت کئے گئے ہوں بلکہ کہ کل تعداد اب اس حد تک پہنچ چکی ہے۔

یہ دریافتیں مختلف طریقوں سے ہوئی ہیں جو درج ذیل ہیں:

Transit method: یعنی جب سیارہ اپنے ستارے کے سامنے سے گزرتا ہے تو ستارے کی روشنی میں کمی ہوتی ہے۔

Radial velocity: ستارے کی روشنی میں تبدیلیاں جو سیاروں کی حرکات کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر طریقے بھی ہیں جن سے ڈیٹا کی تصدیق ہوتی ہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ کائنات میں ہمارے جیسی دنیاوں کا امکان بہت زیادہ ہے۔ ہزاروں سیارے پائے گئے ہیں اور یہ تحقیق ہمیں بتاتی ہے کہ ستاروں کے گرد سیاروں کا نظام عام ہو سکتا ہے۔

بچوں کا حساس ذاتی ڈیٹا اکٹھا کرنے اور کانٹینٹ ٹارگٹنگ کے لیے استعمال کرنے کا انکشاف

مانٹریال (کنزیومر واچ نیوز) کینیڈا میں ایک تحقیقاتی رپورٹ میں اس بات کا انکشاف کیا گیا ہے کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم ''ٹک ٹاک'' نے بڑی تعداد میں کینیڈین بچوں کا حساس ذاتی ڈیٹا اکٹھا کیا اور اسے آن لائن مارکیٹنگ اور کانٹینٹ ٹارگٹنگ کے لیے استعمال کیا تاہم ٹک ٹاک نے کینیڈین بچوں کو اپنے پلیٹ فارم سے دور رکھنے اور پرائیویسی کے تحفظ کے اقدامات کو بہتر بنانے پر اتفاق کیا ہے۔ خبر ایجنسی کے مطابق کینیڈا کے پرائیویسی کمشنر فلیپ ڈوفرین اور صوبوں کیوبیک، برٹش کولمبیا اور البرٹا کے پرائیویسی حکام کی مشترکہ تحقیقات میں انکشاف ہوا کہ ہر سال لاکھوں کینیڈین بچے ٹک ٹاک استعمال کرتے ہیں حالانکہ کمپنی کا دعویٰ ہے کہ یہ پلیٹ فارم 13 سال سے کم عمر افراد کے لیے نہیں ہے۔

تحقیقاتی رپورٹ میں کہا گیا کہ کمپنی کی جانب سے بچوں کو روکنے اور ان کی ذاتی معلومات کے تحفظ کی کوششیں ناکافی ہیں۔ تحقیقات میں مزید بتایا گیا کہ ٹک ٹاک نے بڑی تعداد میں بچوں کا حساس ذاتی ڈیٹا اکٹھا کیا اور اسے آن لائن مارکیٹنگ اور مواد کی ہدف بندی کے لیے استعمال کیا۔ ڈوفرین نے پریس کانفرنس میں کہا کہ ٹک ٹاک اپنے یوزرز، جن میں بچے بھی شامل ہیں، کے بارے میں وسیع معلومات اکٹھی کرتا ہے۔ یہ ڈیٹا مواد اور اشتہارات کو ہدف بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو خاص طور پر نوجوانوں کے لیے نقصان دہ اثرات ڈال سکتا ہے۔ تحقیقات کے ردعمل میں ٹک ٹاک نے عمر کی تصدیق کے سخت طریقے متعارف کرانے اور یہ یقینی بنانے پر اتفاق کیا کہ کم عمر افراد یہ پلیٹ فارم استعمال نہ کر سکیں۔ مزید یہ کہ کمپنی صارفین خاص طور پر کم عمر یوزرز کو یہ بہتر طور پر سمجھانے کے لیے اقدامات کرے گی کہ ان کا ڈیٹا کس طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ پرائیویسی کمشنرز کے مطابق کمپنی نے تحقیقات کے دوران کئی تبدیلیاں بھی کیں۔ ٹک ٹاک کے ترجمان نے کہا کہ کمپنی اس بات پر خوش ہے کہ کمشنرز نے اس کے کئی اقدامات کو تسلیم کیا ہے تاکہ پلیٹ فارم کو مزید محفوظ بنایا جا سکے۔ ترجمان نے مزید کہا کہ اگرچہ ہم کچھ نتائج سے متفق نہیں تاہم ہم شفافیت اور پرائیویسی کے مضبوط طریقوں پر قائم ہیں۔

پاکستان کی اپنی ڈیجیٹل کرنسی کے اجراء کی طرف پیش رفت

کراچی (کنزیومر واچ نیوز) ملک بھر میں ڈیجیٹل ادائیگیوں کی راہ ہموار کرنے کیلیے اسٹیٹ بینک ڈیجیٹل کرنسی کی نگرانی کے لیے فریم ورک تشکیل دے رہا ہے، مرکزی بینک برائے ڈیجیٹل کرنسی کا منصوبہ تجرباتی مرحلے میں داخل ہو گیا۔ ڈیجیٹل کرنسی کی پائلٹ لانچ سے پہلے قوانین کو حتمی شکل دی جائے گی، ڈیجیٹل کرنسی سے بینک اکاؤنٹ اور نقدی کے بغیر بھی لین دین ممکن ہوگا۔ اسٹیٹ بینک یا مالیاتی ادارے ایک ڈیجیٹل والٹ موبائل ایپ فراہم کریں گے۔ موبائل فون میں ڈیجیٹل والٹ سے کیو آر کوڈ کے ذریعے فوری ادائیگی ہوگی۔ صارفین اس ڈیجیٹل والٹ ایپ میں اپنے قومی سناختی کارڈ سے رجسٹر ہوں گے۔ ڈیجیٹل والٹ سے دوسرے شخص کا صرف نمبر ڈال کر پیسے بھیجے جا سکیں گے۔ آن لائن شاپنگ اور ای کامرس پلیٹ فارمز پر بھی ڈیجیٹل روپیہ قابل قبول ہوگا، بیرون ملک سے آنے والی رقوم براہ راست ڈیجیٹل والٹ میں موصول ہو سکیں گی۔ ڈیجیٹل والٹ سے سرکاری ادائیگیاں اور ٹیکس وغیرہ بھی آسانی سے ادا ہو سکیں گے۔

البانیہ کی کرپشن سے نمٹنے کیلئے اے آئی سے لیس ڈیجیٹل منسٹر کی تقرری

ترانہ (کنزیومر واچ نیوز) کرپشن سے نمٹنے کیلئے البانیہ نے اے آئی سے لیس ڈیجیٹل منسٹر کی تقرری کردی۔ غیر ملکی میڈیا کیمطابق ڈیجیٹل اسسٹنٹ کو ایک خاتون کیروپ میں دکھایا گیا ہےجو البانیہ کے روایتی لباس پہنی ہوئی ہے، ڈیجیٹل منسٹر کو ڈائیلا کا نام دیا گیا ہے۔ گزشتہ روز البانیا کیوزیرِ اعظم ایڈی راما نیکابینہ میں اس ڈیجیٹل وزیر کا اعلان کیا، جو لوگوں کوآن لائن سرکاری خدمات کیا ستعمال میں رہنمائی کرتی ہے، ڈائیلا پہلی کابینہ رکن ہےجو جسمانی طور پر موجود نہیں بلکہ مصنوعی ذہانت کے ذریعے ورچوئل تخلیق کی گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ڈیجیٹل منسٹر کو تمام سرکاری ٹینڈرز کے فیصلوں کی ذمہ داری دی جائے گی۔

06 TO 11 OCTOBER, 2025

۶ تا ۱۱ اکتوبر ۲۰۲۵

چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

صارفین سے سرکار تک

کنزیومر واچ

CONSUMER WATCH KARACHI

https://www.facebook.com/ Consumer-watch.com

مجلس ادارت:

● چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم ● ایگزیکٹو ایڈیٹر: ڈاکٹر ہما بخاری ● ایڈیٹر: نشید آفاقی

● لیگل ایڈوائزر: ندیم شیخ ایڈووکیٹ ● ایم ڈی سیلز اینڈ مارکیٹنگ: ظفر حسین،

● ڈائریکٹر بزنس ڈیولپمنٹ: ثوبیہ شاکر علی ● پریس منیجر: شکیل احمد خان

● رپورٹنگ ٹیم: احمد حسین انصاری، نصیر الدین، جاوید احمد
محمد دانش، ارباب حسین، حسنین احمد

● رپورٹنگ ٹیم: احمد حسین انصاری، نصیر الدین، جاوید احمد
محمد دانش، ارباب حسین، حسنین احمد

دفتر کا پتہ: H41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2، کراچی
فون نمبر: 021-34528802-3

فرمان الٰہی

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اور لہریں ہر طرف سے ان پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو) لہروں میں گھر گئے تو اس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اس سے دعا سے مانگنے لگتے ہیں کہ (اے اللہ) اگر تو ہم کو اس سے نجات بخشے تو ہم (تیرے) بہت ہی شکرگزار ہوں۔

سورۃ یونس 10 - آیت نمبر 22

مجھے ہے حکم اذاں.................!

وزیراعظم شہباز شریف نے متعلقہ وزارتوں اور اداروں کو بین الاقوامی سرمایہ کاروں کو تمام سہولیات کی فراہمی یقینی بنانے کی ہدایت کردی۔ وزیرِاعظم محمد شہباز شریف کی زیرِ صدارت ملکی معیشت اور پاکستان میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے حوالے سے اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں مجموعی اقتصادی صورتحال، براہِ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کے فروغ اور جاری و مجوزہ ترقیاتی منصوبوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ وزیراعظم نے کہا کہ پاکستان کی معیشت کو مضبوط بنیادوں پر مستحکم کرنا حکومت کی اولین ترجیح ہے، اقتصادی سرگرمیوں کی منصوبہ بندی میں نجی شعبے کا کلیدی کردار ہوگا اور ان کی شمولیت کو یقینی بنایا جائے گا۔ وزیراعظم نے کہا کہ حالیہ مثبت معاشی رجحان غیر ملکی سرمایہ کاروں کے پاکستانی معیشت میں اعتماد کا عکاس ہے، شفافیت، بین الاقوامی معیار کے مطابق معاشی پالیسیوں کی تشکیل اور پالیسیوں پر فوری عملدرآمد کے ذریعے پاکستان کو خطے میں سرمایہ کاری کا پرکشش مرکز بنایا جائے گا۔ شہباز شریف نے کہا کہ حکومت عوامی فلاح و بہبود اور روزگار کے مواقع بڑھانے کے لیے سرمایہ کاری کے تمام مواقع کو بروئے کار لائے گی، ہماری جاری معاشی اور اقتصادی اصلاحات کی پالیسی نے معیشت کو ایک نئی سمت دی ہے اور اس جدت اور شفافیت کی بدولت ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے، سرمایہ کاری کے ساتھ ساتھ تجارت کو بھی فروغ دینا ہماری پالیسی کا حصہ ہے۔ اجلاس میں توانائی، انفرااسٹرکچر، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور صنعتی شعبے میں جاری منصوبوں پر بریفنگ دی گئی۔ ملک کے لئے ایک خوش کن خبر ہے کہ پورٹ قاسم کو عالمی ادارے کی درجہ بندی میں دنیا کی نویں سب سے زیادہ ترقی کرنے والی کنٹینر بندرگاہ قرار دیا گیا۔ بین الاقوامی ادارے کی جانب سے کنٹینر پورٹ پرفارمنس انڈیکس (2024CPPI) میں 400 سے زائد عالمی بندرگاہوں کا تجزیہ کیا گیا، جس سے پاکستان کی عالمی اہمیت اجاگر ہوئی اور چار برسوں میں 35.2 پوائنٹس کی غیر معمولی ترقی عملی کارکردگی کا ثبوت ہے۔ وفاقی وزیر جنید انور چوہدری نے اسے "قومی فخر کا لمحہ" قرار دیا اور کہا کہ اس کامیابی کے لیے پالیسی اصلاحات اور مؤثر قوانین نے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ڈیجیٹلائزیشن، کارگو آٹومیشن اور ریئل ٹائم ٹریکنگ نے بندرگاہوں کی کارکردگی کو نیا معیار دیا ہے اور ڈی پی ورلڈ کے قاسم انٹرنیشنل کنٹینر ٹرمینل (QICT) نے عالمی معیار برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وفاقی وزیر نے کہا کہ حکومت نے طویل عرصے سے رکے ہوئے ڈریجنگ منصوبے کی منظوری دے دی ہے، جس سے بڑے جہازوں کی آمدورفت ممکن ہوگی اور اس کے نتیجے میں تجارتی حجم بھی بڑھائیں گے ان کا کہنا تھا کہ نئے برتھس اور اسٹوریج سہولیات برآمدی صلاحیت میں نمایاں اضافہ کریں گی۔ چیئرمین پورٹ قاسم ریئر ایڈمرل (ر) معظم الیاس نے اس کامیابی کو افرادی قوت کی محنت کا نتیجہ قرار دیا اور کہا کہ جدید ٹیکنالوجی اور اختراع نے پورٹ آپریشنز کو عالمی سطح میں شامل کرلیا ہے، یہ کامیابی پاکستان کو خطے کے ایک مستحکم لاجسٹکس حب کے طور پر تسلیم کراتی ہے۔

خیر اندیش
شیخ راشد عالم
چیف ایڈیٹر کنزیومر واچ

Top Stories — ٹاپ اسٹوریز

Consumer Watch

PAGE 04

قرضوں کے بوجھ تلے دبا پاکستان ہر شہری لاکھوں کا مقروض

PAGE 08

ٹک ٹاکرز پر ٹیکس عائد کرنے کا منصوبہ

PAGE 06

خطے میں پاکستان کی معیشت پیچھے مہنگائی میں آگے، اے ڈی بی رپورٹ

PAGE 10

منافع کی بیرونِ ملک واپسی میں ریکارڈ اضافہ

PAGE 07

سی پیک کا دوسرا مرحلہ: پاکستان کی معیشت اور سماج کے لیے ایک نیا باب

PAGE 12

برطانیہ میں پی آئی اے کی پروازیں بحالی کے قریب

چیف ایڈیٹر و پبلشر شیخ راشد عالم نے فیئر پرنٹنگ پریس راجہ کوثر بلڈنگ، برنس روڈ سے چھپوا کر H-41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2 کراچی سے شائع کیا

Over 185K Followers on social media now shining in print too

کنزیومر واچ رپورٹ

قرضوں کے بوجھ تلے دبا پاکستان: ہر شہری لاکھوں کا مقروض

اکنامک پالیسی اینڈ بزنس ڈیولپمنٹ نامی تھنک ٹینک نے حال ہی میں پاکستان کے بڑھتے ہوئے قرضوں پر ایک رپورٹ جاری کی ہے، جس نے عوام، حکومت اور ماہرینِ معیشت کو نئی تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق آج پاکستان کا ہر شہری اوسطاً 3 لاکھ 18 ہزار 252 روپے کا مقروض ہے، جب کہ 10 سال قبل یہی قرضہ فی کس 90 ہزار 47 روپے تھا۔ اس کا مطلب ہے

کہ ایک دہائی کے اندر اندر قرضے کی شرح دوگنے سے بھی زیادہ بڑھ چکی ہے، اور یہ پاکستان کے معاشی ڈھانچے پر ایک سنگین سوالیہ نشان ہے۔

قرضوں کے بوجھ میں تیز رفتار اضافہ

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ دس سالوں کے دوران پاکستان کے قرضوں میں اوسطاً 13 فیصد سالانہ اضافہ ہوا ہے۔ اگر یہ اضافہ جاری رہا تو مستقبل قریب میں پاکستان کو قرضوں کی دلدل سے نکلنے کے لیے سخت اور غیر معمولی اقدامات کرنے ہوں گے۔

اعداد و شمار کے مطابق:

فی کس قرضہ: 3,18,252 روپے
10 سال قبل فی کس قرضہ: 90,047 روپے
قرضوں میں سالانہ اوسط اضافہ: 13 فیصد

یہ اضافہ نہ صرف حکومت کی مالی پالیسیوں کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے بلکہ عوامی سطح پر معاشی دباؤ میں اضافے کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔

قرض اور معیشت کا تناسب

پاکستان کا قرضہ اس کی مجموعی قومی پیداوار (جی ڈی پی) کے 70.2 فیصد کے برابر ہو چکا ہے۔ یہ تناسب خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے:

بھارت: 57.1 فیصد
بنگلہ دیش: 36.4 فیصد

یہ موازنہ واضح کرتا ہے کہ پاکستان قرض کے معاملے میں اپنے پڑوسی ممالک کے مقابلے میں زیادہ غیر مستحکم ہے۔ قرض کا بڑھتا ہوا بوجھ معیشت کے لیے ایسا طوفان ہے جو ترقی کی رفتار کو مسلسل روک رہا ہے۔

بلند شرح سود اور سودی ادائیگیاں

رپورٹ کے مطابق بلند شرح سود نے پاکستان کو ایک اور مشکل میں پھنسا دیا ہے۔ قرضوں پر سود کی ادائیگی معیشت کے 7.7 فیصد تک پہنچ چکی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے وسائل کا ایک بڑا حصہ صرف سود کی ادائیگی پر خرچ ہو رہا ہے، جس کے نتیجے میں ترقیاتی منصوبے، بنیادی ڈھانچے کی سرمایہ کاری اور عوامی بہبود کے منصوبے بری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔

روپے کی قدر میں کمی اور بیرونی قرضے

سنہ 2020 سے اب تک پاکستانی روپے کی قدر میں 71 فیصد کمی واقع ہو چکی ہے۔ اس کے نتیجے میں بیرونی قرضوں کا بوجھ مقامی کرنسی میں 88 فیصد تک بڑھ گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں، بیرونی قرضے اپنی جگہ پر تو موجود ہیں مگر روپے کی قدر گرنے سے ان کا بوجھ کئی گنا بڑھ کر عوام اور حکومت پر آن پڑا ہے۔ یہ صورتحال پاکستان کے "فسکل ریسپانسبلٹی ایکٹ" کی خلاف ورزی بھی ہے، کیونکہ قرضہ پہلے سے طے شدہ حد سے 10 فیصد زیادہ ہو چکا ہے۔

عوام پر بوجھ اور ٹیکس کا مسئلہ

تھنک ٹینک نے اپنی رپورٹ میں واضح کیا ہے کہ پہلے ہی مہنگائی، بیروزگاری اور ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے عوام پر مزید ٹیکس لگانا مسئلے کا حل نہیں۔ پاکستان کی معیشت کا اصل مسئلہ محدود ٹیکس نیٹ ہے، جہاں چند لاکھ افراد ہی براہ راست ٹیکس ادا کرتے ہیں۔

اس مسئلے کا حل عوام پر مزید ٹیکس لگانا نہیں بلکہ ٹیکس نیٹ کو وسیع کرنا اور شرح سود کو کم کرنا ہے۔

ممکنہ اصلاحی اقدامات

رپورٹ میں کچھ تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں جو پاکستان کو قرضوں کے بحران سے نکالنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں:

شرح سود میں کمی

پالیسی ریٹ کو 11 فیصد سے کم کر کے 9 فیصد تک لانے کی تجویز دی گئی ہے۔ اس سے حکومت کے قرضوں پر سود کی لاگت میں 12 کھرب روپے کی کمی ہو سکتی ہے۔ یہ رقم اگر بچائی جائے تو اسے ترقیاتی منصوبوں، بنیادی ڈھانچے اور کاروباری مراعات پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مالی نظم و ضبط

حکومت کو اپنے مالی فیصلوں میں سختی اور نظم و ضبط اپنانا ہوگا تاکہ غیر ضروری اخراجات کم کیے جا سکیں اور قرضوں کی ادائیگی میں آسانی پیدا ہو۔

کاروباری مسابقت میں اضافہ

شرح سود میں کمی سے نہ صرف حکومت کو فائدہ ہوگا بلکہ کاروباری ادارے بھی سستے قرض لے سکیں گے، جس سے معاشی سرگرمیاں بڑھیں گی اور روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے۔

ترقیاتی اخراجات کی کمی

رپورٹ میں اس جانب بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ قرضوں کے بوجھ اور سودی ادائیگیوں کے باعث حکومت کے پاس ترقیاتی اخراجات کے لیے مالی گنجائش نہیں رہی۔ بنیادی ڈھانچے کی سرمایہ کاری یا بحالی کے منصوبے تقریباً رُک چکے ہیں۔ یہ صورتحال مستقبل کے لیے مزید خطرناک ہے کیونکہ ترقیاتی منصوبے ہی روزگار پیدا کرتے ہیں اور معیشت کو آگے بڑھاتے ہیں۔

ایک خطرناک قرض کا جال

تھنک ٹینک نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ پاکستان ایک "خطرناک قرض کے جال" میں پھنس چکا ہے۔ اگر فوری طور پر مالی اصلاحات نہ کی گئیں تو ملک مزید سنگین بحران کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس وقت معیشت کو نہ صرف قرضوں کی ادائیگی کا مسئلہ درپیش ہے بلکہ روپے کی قدر میں کمی، افراطِ زر، اور برآمدات میں کمی جیسے مسائل بھی موجود ہیں۔

بحران سے نکلنے کا راستہ

پاکستان کے لیے قرضوں کے بحران سے نکلنے کا واحد راستہ ایک جامع اور طویل المدتی حکمتِ عملی ہے۔ حکومت کو نہ صرف مالی نظم و ضبط اپنانا ہوگا بلکہ معیشت کو وسعت دینے کے لیے پالیسیوں میں بنیادی تبدیلیاں لانا ہوں گی۔

شرح سود میں کمی
ٹیکس نیٹ کی توسیع
عوام پر بوجھ کم کرنے کے اقدامات
ترقیاتی منصوبوں پر سرمایہ کاری
برآمدات کو بڑھانے کی حکمت عملی

یہ وہ راستے ہیں جن کے ذریعے پاکستان قرضوں کے جال سے نکل سکتا ہے۔ بصورت دیگر قرض کا بوجھ عوام کے لیے مزید مشکلات اور حکومت کے لیے مزید بحرانوں کا باعث بنے گا۔ اکنامک پالیسی اینڈ بزنس ڈیولپمنٹ کی رپورٹ پاکستان کے پالیسی سازوں کے لیے ایک وارننگ ہے کہ اگر فوری اور ٹھوس اقدامات نہ کیے گئے تو آنے والے برسوں میں قرضے ملکی سلامتی اور خودمختاری کے لیے بھی خطرہ بن سکتے ہیں۔ یہ صرف اعداد و شمار کی کہانی نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے جو ہر پاکستانی شہری کے مستقبل کو متاثر کر رہی ہے۔

خطے میں پاکستان کی معیشت پیچھے، مہنگائی میں آگے، اے ڈی بی رپورٹ

کنزیومرواچ رپورٹ

ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) نے حال ہی میں اپنی رپورٹ میں جنوبی ایشیائی ممالک کی معاشی ترقی اور مہنگائی کے حوالے سے جو اعداد و شمار پیش کیے ہیں، ان سے پاکستان کی معیشت کو درپیش چیلنجز اور خطے میں اس کی پوزیشن واضح طور پر سامنے آتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان خطے میں ترقی کے لحاظ سے افغانستان کے سوا سب سے پیچھے ہے، جبکہ مہنگائی کے معاملے میں پاکستان دوسرے نمبر پر آ گیا ہے۔ یہ صورتحال اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ ملک کو معاشی استحکام کے لیے مزید ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے۔

خطے کی معاشی ترقی: پاکستان کہاں کھڑا ہے؟

رپورٹ کے مطابق موجودہ مالی سال میں پاکستان کی معیشت کی شرح نمو محض 3 فیصد رہنے کا امکان ہے۔ یہ شرح اگرچہ مثبت ہے، مگر خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں نہایت کم تصور کی جا رہی ہے۔

بھارت کی ترقی کی شرح 6.5 فیصد تک پہنچنے کا اندازہ ہے۔

بھوٹان 6 فیصد کی شرح سے ترقی کرے گا۔

سری لنکا کی گروتھ 3.3 فیصد متوقع ہے۔

نیپال اور پاکستان کی ترقی کی شرح 3 فیصد رہے گی۔

افغانستان سب سے پیچھے ہے جہاں صرف 1.7 فیصد ترقی کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔

یہ اعداد و شمار واضح کرتے ہیں کہ جنوبی ایشیا کی بڑی معیشتوں میں پاکستان سب سے نچلے درجے پر کھڑا ہے۔ بھارت کی مستحکم شرح نمو خطے میں سرمایہ کاری اور پیداوار کے زیادہ مواقع کی عکاسی کرتی ہے، جبکہ پاکستان اپنی داخلی مسائل کے باعث اس رفتار کو برقرار رکھنے میں ناکام دکھائی دیتا ہے۔

مہنگائی کی شرح: خطے میں دوسرا نمبر

رپورٹ کے مطابق مہنگائی کے لحاظ سے پاکستان خطے میں دوسرے نمبر پر ہے۔

پاکستان میں مہنگائی کی شرح 6 فیصد متوقع ہے۔

سب سے زیادہ مہنگائی بنگلہ دیش میں 8 فیصد تک رہنے کا امکان ہے۔

سری لنکا اور نیپال میں مہنگائی 4.5 فیصد تک محدود رہے گی۔

بھارت میں مہنگائی کی شرح 4.2 فیصد رہے گی۔

افغانستان میں مہنگائی سب سے کم یعنی 1 فیصد رہے گی۔

مہنگائی میں بلند سطح پر رہنا عام آدمی کی قوتِ خرید کو متاثر کرتا ہے، جبکہ متوسط طبقے پر بوجھ بڑھنے سے غربت اور بے روزگاری کے مسائل مزید شدید ہو سکتے ہیں۔ پاکستان کے تناظر میں یہ صورتحال خاص طور پر تشویش ناک ہے کیونکہ ملک پہلے ہی معاشی بحران، بجلی و گیس کے نرخوں میں اضافے اور روپے کی قدر میں کمی جیسے مسائل کا سامنا کر رہا ہے۔

پاکستان کے مسائل کی وجوہات

پاکستان کی کم شرح نمو اور زیادہ مہنگائی کی کئی بنیادی وجوہات ہیں:

سیاسی عدم استحکام: بار بار کی سیاسی کشیدگی اور پالیسیوں میں تسلسل کی کمی سرمایہ کاری کے ماحول کو متاثر کرتی ہے۔

توانائی بحران: بجلی و گیس کی قلت اور مہنگے نرخ صنعت و تجارت پر براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔

گردشی قرضہ: توانائی کے شعبے میں بڑھتا ہوا قرض معاشی استحکام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

بیرونی قرضوں کا بوجھ: غیر ملکی قرضوں کی واپسی اور سود کی ادائیگیاں معیشت پر دباؤ ڈال رہی ہیں۔

زرعی اور صنعتی پیداوار میں کمی: زراعت میں موسمی تبدیلیوں اور پانی کی قلت، جبکہ صنعت میں بلند لاگت نے ترقی کی رفتار کو محدود کر دیا ہے۔

خطے کے دیگر ممالک کا تقابلی جائزہ

اگر پاکستان کے مقابلے میں خطے کے دیگر ممالک پر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ بھارت اور بھوٹان نسبتاً بہتر پوزیشن میں ہیں۔ بھارت نے انفراسٹرکچر میں سرمایہ کاری، آئی ٹی سیکٹر کی مضبوطی اور برآمدات میں اضافہ کے ذریعے ترقی کی رفتار تیز کی ہے۔ بھوٹان نے توانائی کے منصوبوں خصوصاً ہائیڈرو پاور پر توجہ دے کر اپنی معیشت کو سہارا دیا ہے۔ اس کے برعکس پاکستان کی معیشت زیادہ تر درآمدات پر انحصار کرتی ہے اور برآمدات محدود پیمانے پر ہیں۔ سری لنکا اگرچہ حالیہ بحران سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے، مگر وہاں بھی بہتر اصلاحات نے ترقی کو پاکستان سے کچھ آگے رکھا ہے۔ افغانستان کی صورتحال خانہ جنگی اور عالمی امداد پر انحصار کے باعث کمزور ہے، جس کی وجہ سے وہ سب سے پیچھے ہے۔

پاکستان کے لیے مواقع اور حل

اگرچہ اعداد و شمار مایوس کن دکھائی دیتے ہیں، لیکن پاکستان کے پاس ترقی کے کئی مواقع موجود ہیں۔

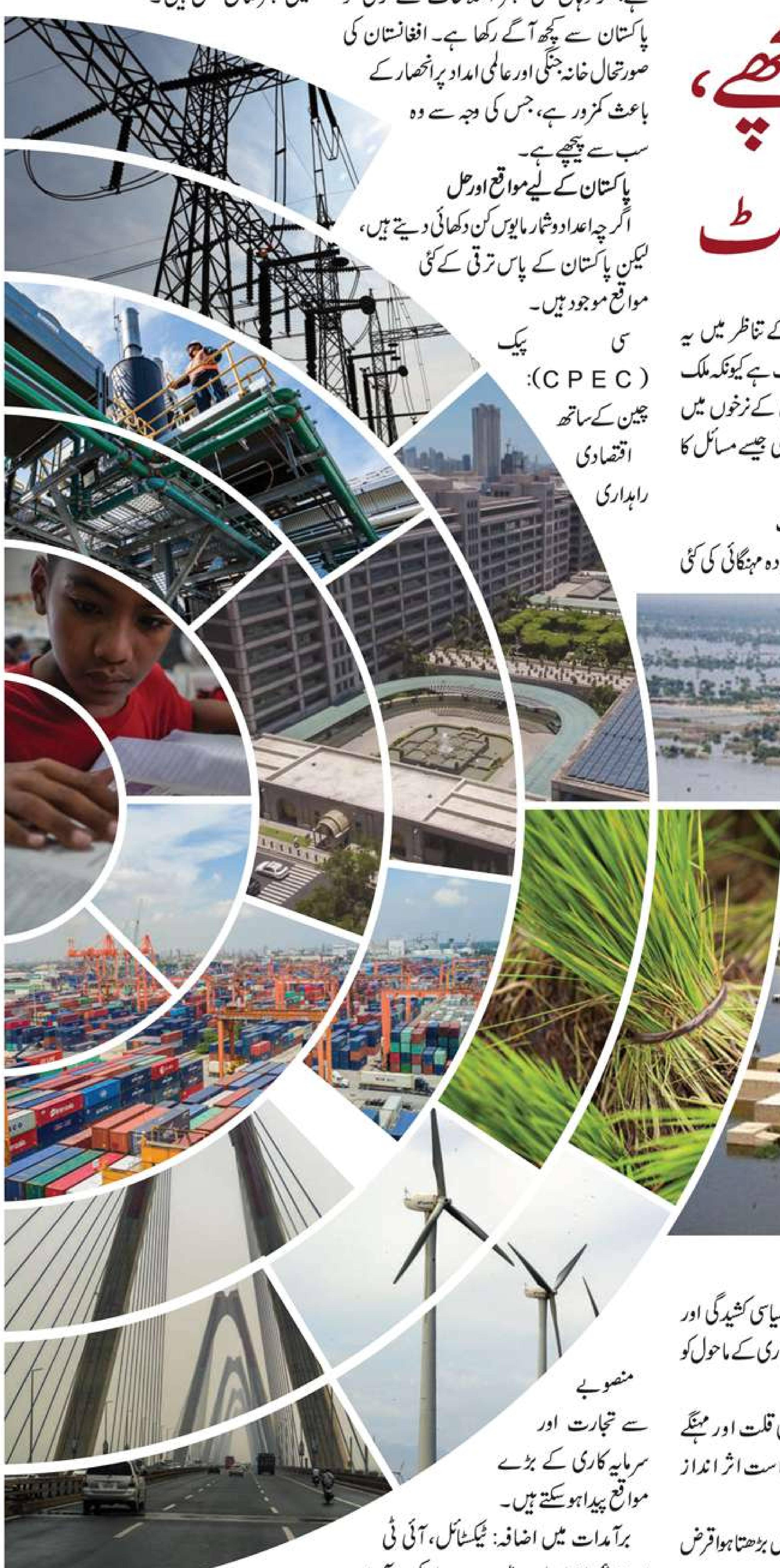

سی پیک (CPEC): چین کے ساتھ اقتصادی راہداری منصوبے سے تجارت اور سرمایہ کاری کے بڑے مواقع پیدا ہو سکتے ہیں۔

برآمدات میں اضافہ: ٹیکسٹائل، آئی ٹی اور زرعی مصنوعات میں جدت لا کر برآمدات بڑھائی جا سکتی ہیں۔

توانائی اصلاحات: قابلِ تجدید توانائی منصوبوں پر سرمایہ کاری سے مہنگے درآمدی ایندھن پر انحصار کم ہو سکتا ہے۔

زرعی شعبہ: جدید ٹیکنالوجی اور پانی کے مؤثر استعمال سے زرعی پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔

سیاسی استحکام: پالیسیوں میں تسلسل اور ادارہ جاتی اصلاحات سے سرمایہ کاروں کا اعتماد بحال ہو سکتا ہے۔

ایشیائی ترقیاتی بینک کی رپورٹ پاکستان کے لیے ایک وارننگ ہے کہ اگر معیشت کو درست سمت نہ دی گئی تو ملک خطے میں مزید پیچھے جا سکتا ہے۔ موجودہ صورتحال میں پاکستان کو نہ صرف شرح نمو بڑھانے بلکہ مہنگائی پر قابو پانے کے لیے بھی ٹھوس اقدامات کرنا ہوں گے۔ خطے کے دیگر ممالک کی طرح اگر پاکستان بھی برآمدات، توانائی اصلاحات اور پالیسی تسلسل پر توجہ دے تو آئندہ برسوں میں بہتر نتائج ممکن ہیں۔

Over 185K Followers on social media now shining in print too

سی پیک کا دوسرا مرحلہ: پاکستان کی معیشت اور سماج کے لیے ایک نیا باب

کنزیومر واچ رپورٹ

وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی احسن اقبال نے حالیہ بیان میں اعلان کیا ہے کہ پاک۔ چین اقتصادی راہداری (سی پیک) کے دوسرے مرحلے کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہے۔ ان کے مطابق اس مرحلے سے نہ صرف پاکستان میں روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے بلکہ معیشت میں بھی شعبہ جاتی تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ یہ پیش رفت اس وقت سامنے آئی ہے جب بیجنگ میں پاک۔ چین مشترکہ رابطہ کمیٹی کے 14ویں اجلاس کے بعد میڈیا کو بریفنگ دی گئی۔ اس اجلاس میں دونوں ممالک کے مابین زراعت، صنعت، ٹیکنالوجی اور برآمدات کے حوالے سے تعاون کو مزید گہرا کرنے پر اتفاق ہوا۔

سی پیک کا دوسرا مرحلہ دراصل اُس وژن کی تکمیل ہے جس کا خاکہ ایک دہائی قبل کھینچا گیا تھا۔ پہلے مرحلے میں انفراسٹرکچر، توانائی منصوبے اور سڑکوں کی تعمیر پر توجہ مرکوز رہی، جس نے پاکستان کی بنیادی ڈھانچے کی کمزوریوں کو کافی حد تک دور کیا۔ اب دوسرے مرحلے میں توجہ براہِ راست عوامی فلاح اور معاشی ترقی کے ایسے شعبوں پر مرکوز ہے جو پاکستان کے لیے دیرپا فوائد پیدا کرسکیں۔

زرعی شعبے کی جدید کاری

پاکستان کی معیشت میں زراعت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی افرادی قوت کا تقریباً 40 فیصد حصہ زراعت سے وابستہ ہے۔ تاہم جدید ٹیکنالوجی اور سائنسی طریقوں کے فقدان کے باعث فی ایکڑ پیداوار عالمی معیار سے کہیں کم ہے۔ سی پیک کے دوسرے مرحلے میں زراعت کو جدید بنانے پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔

چین نے اپنے زرعی شعبے میں گزشتہ تین دہائیوں کے دوران انقلابی ترقی کی ہے۔ ڈرون ٹیکنالوجی، اسمارٹ فارمنگ، ہائبرڈ بیج اور جدید آبپاشی نظام کی بدولت چین دنیا کی سب سے بڑی زرعی طاقتوں میں شمار ہوتا ہے۔ پاکستان اگر چین کے تجربے سے استفادہ کرے تو گندم، کپاس، چاول اور گنے کی پیداوار میں نمایاں اضافہ ممکن ہے۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف کسانوں کی آمدنی بڑھے گی بلکہ زرعی اجناس کی برآمدات میں بھی اضافہ ہوگا، جو زرمبادلہ کمانے کا بڑا ذریعہ بن سکتا ہے۔

صنعتی تعاون اور برآمدات میں اضافہ

پاکستان کا ایک بڑا مسئلہ برآمدات کی محدودیت ہے۔ ٹیکسٹائل کے علاوہ کوئی اور شعبہ عالمی سطح پر خاطر خواہ حصہ نہیں ڈال پا رہا۔ سی پیک کے دوسرے مرحلے میں صنعتی تعاون کو فروغ دینے کی بات کی گئی ہے۔ اس کے تحت خصوصی اقتصادی زونز (SEZs) قائم کیے جائیں گے جہاں چینی اور پاکستانی صنعتیں مشترکہ سرمایہ کاری کریں گی۔

یہ زونز پاکستان کے لیے صنعتی ترقی کے نئے دروازے کھول سکتے ہیں۔ اگر برآمدات پر مبنی صنعتوں کو فروغ دیا گیا تو پاکستان کی معاشی ترقی کی شرح میں نمایاں اضافہ ہوگا۔ احسن اقبال کے مطابق پاکستان چین کے تجربے سے برآمدی شعبے کی کارکردگی میں مضبوط استعداد کار پیدا کرے گا۔ یہ اقدام پاکستان کے تجارتی خسارے کو کم کرنے اور کرنسی پر دباؤ کو ہلکا کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

ٹیکنالوجی اور مستقبل کے ہنر

دنیا تیزی سے چوتھے صنعتی انقلاب میں داخل ہو رہی ہے، جہاں مصنوعی ذہانت (AI)، روبوٹکس، فن ٹیک اور بائیو ٹیکنالوجی جیسے شعبے معیشت کے بنیادی ستون بن رہے ہیں۔ سی پیک کے دوسرے مرحلے میں انہی شعبوں پر بھی توجہ دی گئی ہے۔ دونوں ممالک نے اتفاق کیا ہے کہ مستقبل کے ہنر سکھانے کے پروگرام شروع کیے جائیں تاکہ نوجوان نسل کو عالمی معیار کے مطابق تیار کیا جاسکے۔

پاکستان کے نوجوان دنیا میں سب سے بڑی افرادی قوت میں شمار ہوتے ہیں، لیکن ہنرمندی کے فقدان کے باعث یہ طاقت اکثر غیر استعمال شدہ رہتی ہے۔ اگر سی پیک کے ذریعے آئی ٹی اور ہائی ٹیکنالوجی کی تربیت فراہم کی گئی تو لاکھوں نوجوان نہ صرف پاکستان بلکہ عالمی مارکیٹ میں بھی اپنی جگہ بنا سکیں گے۔ اس سے فری لانسنگ، آئی ٹی ایکسپورٹ اور اسٹارٹ اپ کلچر کو زبردست فروغ ملے گا۔

روزگار کے مواقع اور سماجی اثرات

احسن اقبال کے مطابق سی پیک کے دوسرے مرحلے سے روزگار کے وسیع مواقع پیدا ہوں گے۔ خصوصی اقتصادی زونز اور صنعتی منصوبوں کے ساتھ ساتھ زرعی شعبے میں جدید کاری بھی لاکھوں افراد کو ملازمت دے سکتی ہے۔ چین کے ساتھ مشترکہ منصوبوں میں ٹیکنالوجی ٹرانسفر کے ذریعے مقامی افرادی قوت کو ہنرمند بنایا جائے گا۔

یہ روزگار صرف کم ہنر والے افراد تک محدود نہیں ہوگا بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ٹیکنالوجی پر مبنی نوجوانوں کو بھی اپنے ہنر آزمانے کا موقع ملے گا۔ اس طرح سی پیک کا دوسرا مرحلہ معاشرے میں غربت کے خاتمے اور متوسط طبقے کے استحکام میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

ممکنہ چیلنجز

اگرچہ سی پیک کے دوسرے مرحلے کی سمت درست معلوم ہوتی ہے، مگر اس کی راہ میں کئی رکاوٹیں بھی ہیں۔

سیاسی عدم استحکام: پاکستان کی معیشت کا سب سے بڑا مسئلہ پالیسی کا تسلسل نہ ہونا ہے۔ اگر سیاسی حکومتیں بار بار تبدیل ہوئیں اور پالیسیوں میں تسلسل قائم نہ رہا تو سی پیک کے منصوبے تاخیر کا شکار ہوسکتے ہیں۔

انتظامی مسائل: بیوروکریسی کی سستی، کرپشن اور غیر شفافیت بڑے منصوبوں کو متاثر کرسکتے ہیں۔ اگر سرمایہ کاروں کو بروقت سہولتیں نہ ملیں تو وہ سرمایہ کاری سے گریز کرسکتے ہیں۔ عالمی مسابقت: خطے کے دیگر ممالک، خاص طور پر بھارت اور بنگلہ دیش، برآمدات اور صنعتی ترقی میں تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ پاکستان اگر مسابقتی ماحول پیدا نہ کرسکا تو سی پیک کے فوائد محدود رہ سکتے ہیں۔ قرضوں کا بوجھ: سی پیک منصوبوں کی مالی معاونت زیادہ تر قرضوں اور سرمایہ کاری پر مشتمل ہے۔ اگر منصوبوں کی کارکردگی مطلوبہ نتائج نہ دے سکی تو قرضوں کا بوجھ مزید بڑھ سکتا ہے۔

سی پیک اور پاکستان کا مستقبل

سی پیک کا دوسرا مرحلہ دراصل پاکستان کے لیے ایک امتحان ہے۔ یہ موقع بھی ہے اور چیلنج بھی۔ اگر پاکستان زرعی اصلاحات، صنعتی ترقی، برآمدات کے فروغ اور ٹیکنالوجی کی منتقلی کو سنجیدگی سے لے تو اگلے دس سالوں میں ملک کی معیشت میں نمایاں بہتری آسکتی ہے۔

سی پیک کے منصوبے صرف معیشت تک محدود نہیں، بلکہ ان کے سماجی اثرات بھی گہرے ہوں گے۔ جب روزگار بڑھے گا، غربت کم ہوگی، اور نوجوانوں کو ہنر ملے گا تو معاشرے میں امید اور استحکام پیدا ہوگا۔ پاکستان عالمی منڈی میں اپنی جگہ مضبوطی سے بنا سکے گا اور خطے میں تجارتی مرکز بننے کا خواب حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے۔ احسن اقبال کا یہ دعویٰ کہ سی پیک کا دوسرا مرحلہ عوامی زندگیوں میں مثبت تبدیلی لائے گا، حقیقت پسندانہ دکھائی دیتا ہے، بشرطیکہ حکومت اور ادارے اپنی ذمے داریاں شفافیت اور تسلسل کے ساتھ نبھائیں۔ زرعی جدید کاری، صنعتی تعاون، برآمدات کا فروغ اور ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری پاکستان کے لیے ایک نئی صبح لا سکتے ہیں۔ تاہم اس سب کے لیے پالیسیوں میں تسلسل، انتظامی اصلاحات اور عالمی معیار کی طرف بڑھنے کی سنجیدہ کوششیں درکار ہیں۔ سی پیک کا دوسرا مرحلہ پاکستان کے لیے ترقی کا نیا دروازہ ہے اب یہ پاکستان پر منحصر ہے کہ وہ اس موقع کو کیسے استعمال کرتا ہے۔

Over 185K Followers on social media now shining in print too

چین کا مون فیسٹیول

آہستہ آہستہ پوری دنیا کا مشترکہ جشن بنتا جا رہا ہے

نئے جہاں کی تلاش

ارم زہرا (وینزو، چین)

چاندنی کی ایک شام تھی۔ بیجنگ کی گلیوں میں خزاں کا ہلکا سا لمس محسوس ہو رہا تھا۔ ہوا میں ٹھنڈک کا ایک نرم سا جھونکا، اور درختوں سے گرتے زرد پتے، یوں لگتا تھا جیسے فضا نے اپنے دامن میں کہانیوں کا اک سلسلہ چھپا رکھا ہو۔ آج مون فیسٹیول کی شام تھی، وہی تہوار جسے یہاں کے لوگ صدیوں سے چاند کی روشنی کے ساتھ جوڑتے آئے ہیں۔ میں نے سوچا، کیوں نہ اس تاریخ کے دروازے پر دستک دی جائے، جہاں سے یہ تہوار شروع ہوا۔

کہتے ہیں یہ جشن آج کا نہیں، تین ہزار برس پرانی روایت ہے۔ اُس وقت جب انسان نے زمین پر ہل چلایا، کھیتوں کو لہلہایا، اور کٹائی کے بعد آسمان کی طرف دیکھ کر شکر ادا کیا۔ چاند اُن کے لیے محض ایک فلکی جسم نہ تھا، بلکہ ایک رہنما، ایک رازداں، اور ایک امید تھی۔ وہ چاند کی چمک میں اپنی فصلوں کی برکت اور گھروں کی خوشحالی دیکھتے۔ اسی لیے مون فیسٹیول دراصل فصلوں کی کٹائی کا شکریہ بھی ہے اور آنے والے دنوں کی خوشحالی کی دعا بھی۔

میں ایک قدیم باغ کی کچی راہوں پر پہنچی تو یوں لگا جیسے صدیوں کی کہانیاں ان درختوں کے سائے میں سانس لے رہی ہوں، اور لوگ چاند کی کشش سے کھنچ کر یہاں امڈ آئے ہوں۔ سب کی نظریں آسمان کی طرف تھیں، جیسے کسی محبوب کے دیدار کا انتظار ہو۔

چاند اُس دن واقعی کچھ اور ہی لگ رہا تھا؛ بڑا، گول، اور چمکدار۔ چینی روایت کہتی ہے کہ گول چاند خاندان کے اتحاد اور یکجہتی کی علامت ہے۔ شاید اسی لیے لوگ اپنے پیاروں کے ساتھ یہ رات گزارنے کو سب سے بڑی نعمت سمجھتے ہیں۔

باغ کے ایک کونے میں ایک بزرگ خاتون بیٹھی تھیں۔ اُن کے ہاتھ میں ایک لالٹین تھی جو سرخ روشنی بکھیر رہی تھی۔ میں نے قریب جا کر پوچھا، ''یہ لالٹین کیوں جلائی جاتی ہے؟'' وہ مسکرائیں اور بولیں، ''بیٹی، یہ امید کی علامت ہے۔ جیسے چاند ہمیں روشنی دیتا ہے، ویسے ہی یہ لالٹین ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اندھیروں میں بھی چراغ جلائے جا سکتے ہیں۔'' ان کی بات نے میرے دل کو چھو لیا۔ واقعی، تہوار محض رسمیں نہیں ہوتے، یہ تو دلوں کو جوڑنے والی زنجیریں ہیں۔

راستے میں مون کیکس کے اسٹال لگے تھے۔ میٹھے اور نمکین ذائقوں سے لبریز یہ گول کیکس دیکھ کر مجھے یوں لگا جیسے یہ چاند کی زمینی شکل ہوں۔ ہر خاندان انہیں بانٹ کر کھاتا ہے، جیسے اپنی خوشیاں آپس میں تقسیم کر رہا ہو۔

چلتے چلتے میرا دل بار بار تاریخ کی اس گہرائی کی طرف کھنچتا رہا۔ سوچتی تھی، یہ تہوار اگر تین ہزار سال سے زندہ ہے تو ضرور اس کے پیچھے کوئی ایسی کشش ہے جو وقت کو بھی ہرا دیتی ہے۔ شاید وہ کشش انسان کی یہ آرزو ہے کہ وہ اپنے رب کا شکر ادا کرے اور اپنے پیاروں کے ساتھ لمحے بانٹے۔

چاند اُس رات محض آسمان پر نہیں تھا، وہ میرے دل میں بھی اُتر آیا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو: ''وقت گزر جاتا ہے، موسم بدل جاتے ہیں، مگر یادیں اور محبت کے

رشتے ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔''

مجھے محسوس ہوا جیسے یہاں ہر چہرہ چاند کی گولائی کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ چینی ثقافت میں کہا جاتا ہے کہ گول چاند خاندانی اتحاد کی علامت ہے۔ شاید اسی لیے ہر سال یہ تہوار آتے ہیں لاکھوں لوگ جہاں کہیں بھی ہوں، اپنے گھروں کی طرف پلٹ آتے ہیں۔ جیسے ہمارے ہاں عید پر لوگ گاؤں اور شہروں میں اپنے پیاروں کے ساتھ ملنے کو دوڑتے ہیں، ویسے ہی یہاں مون فیسٹیول پر۔

پارک کے ایک کونے میں لالٹینیں آسمان کی طرف اڑ رہی تھیں۔ ہر لالٹین کے ساتھ ایک دعا، ایک خواہش، ایک امید جڑی ہوئی تھی۔ میں نے سوچا، یہ لالٹینیں دراصل اُس رشتے کی تصویریں ہیں جو انسان کو اپنے خاندان سے باندھتا ہے۔ کہیں روشنی مدھم پڑتی ہے مگر پھر دوبارہ جل اٹھتی ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے زندگی میں رشتے کبھی کمزور ہوتے ہیں، کبھی مضبوط، مگر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔

میں نے ایک بزرگ خاتون سے پوچھا، ''کیا آپ ہمیشہ یہ رات اپنے خاندان کے ساتھ گزارتی ہیں؟'' ان کی آنکھوں میں روشنی کی لہر سی دوڑ گئی۔ کہنے لگیں، ''ہاں بیٹی، چاند کو تنہا دیکھنے کا مزہ نہیں۔ یہ روشنی تبھی دل کو چھوتی ہے جب اپنے قریب ہوں۔'' ان کے لہجے میں وہی بات چھپی تھی جو کتابوں میں لکھی نہیں جاتی، بلکہ صرف دل کے ذریعے سمجھی جا سکتی ہے۔

رات گہری ہوتی گئی مگر لوگوں کا شوق بڑھتا رہا۔ کوئی تصویریں بنا رہا تھا، کوئی کہانیاں سنا رہا تھا، اور سب سے بڑھ کر، سب اپنے خاندان کے ساتھ بیٹھے تھے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے آسمان کی طرف دیکھا اور دل میں محسوس کیا کہ یہ چاند دراصل ایک آئینہ ہے، جو ہمیں دکھاتا ہے کہ ہم سب کے دل ایک دوسرے سے جُڑے ہیں۔

ان دنوں بازاروں میں لوگ ہجوم میں کھڑے مون کیکس کی خریداری کر رہے تھے، کچھ لوگ اپنے ہاتھوں میں رنگ برنگی لالٹینیں تھامے، اور بچے دوڑتے ہوئے روشنیوں کی جانب لپکتے تھے۔ مون فیسٹیول کی یہ رات محض ایک تہوار نہیں، بلکہ ایک تجربہ تھی جو دل اور حواس سب کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔

سب سے پہلے میری نظر مون کیکس پر پڑی۔ شیشے کی الماریوں میں سجی یہ گول مٹھائیاں، سادہ ہوں یا خوبصورت ڈیزائن والی، ہر ایک اپنے اندر تین ہزار سال کی روایت سمائے ہوئے لگ رہی تھیں۔ ریڈ بین کی مٹھاس، کنول کے بیج کی خوشبو، انڈے کی زردی کی نمکینی یہ سب ذائقے محض کھانے کے نہیں، بلکہ محبت، اتحاد اور یادوں کے پیامبر تھے۔ جدید دور کے ذائقے بھی، جیسے چاکلیٹ، آئس کریم یا گرین ٹی، اس روایت کو مزید رنگین کر رہے تھے۔

بازار میں مون کیکس کے ساتھ ساتھ پومیلو، سیب اور ناشپاتی کی قطاریں تھیں، پھل جو چاند کی گولائی اور خوش بختی کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔ ہر خریداری کے ساتھ لوگ ایک دوسرے کے لیے دعائیں اور پیار کا تبادلہ کر رہے تھے۔ کنارے کی دکانوں میں خوبصورت چینی چائے کے برتن سجے تھے، اوولونگ، پُو اَرھ یا گرین ٹی ہر گھونٹ کے ساتھ سکون اور اطمینان کی لہر محسوس ہو رہی تھی۔

پارک کے ایک وسیع گوشے میں قدم رکھتے ہی لالٹینوں کی روشنی نے میرا استقبال کیا۔ بچے اور بڑے ایک ہی خوشی میں شریک تھے، بعض لوگ موسیقی سنتے ہوئے رقص کر رہے تھے، اور ایک کونے میں لوگ چاند کو دیکھ کر خاموشی سے گفتگو کر رہے تھے۔ بانسری کی نرم دھن اور طبل کی تھاپ چاند کی روشنی کے ساتھ یوں جُڑ رہی تھیں جیسے تاریخ اور موجودہ وقت کا پل باندھ دیا گیا ہو۔

کچھ جوڑے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے چاند کو دیکھ رہے تھے، اپنی محبت اور وعدوں کو لالٹینوں میں چھپاتے ہوئے۔ بزرگ اپنی یادوں کے ساتھ بیٹھے، ہاتھ میں چائے اور مون کیک کے ٹکڑے لیے، خاموشی سے خوشیوں کو بانٹ رہے تھے۔ ہر چیز کھانے، روشنی، موسیقی، محبت، چاند کے گرد گھومتی ہوئی ایک گول کہانی کی شکل اختیار کر رہی تھی۔

کہتے ہیں کہ یہ مون کیک محض میٹھا نہیں، بلکہ یادوں اور محبتوں کو بانٹنے کی علامت ہیں۔ ہر خاندان انہیں برابر حصوں میں کاٹ کر کھاتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے خوشی کے دائرے کو سب کے درمیان برابر بانٹ دیا گیا ہو۔ مجھے اپنا گھر یاد آیا، جہاں عید پر ہم سب مل کر سویاں بانٹتے ہیں۔ وہی کیفیت میں نے آج ان مون کیکس میں دیکھی۔

ایک چھوٹی سی بچی اپنے باپ کے ساتھ کھڑی تھی۔ اُس نے ضد کی کہ اسے وہ کیک چاہیے جس پر خرگوش کی تصویر بنی تھی۔ باپ نے مسکرا کر خرید لیا۔ میں نے پوچھا، ''یہ خرگوش کیوں بنایا گیا ہے؟'' باپ نے بتایا، ''ہماری کہانیوں میں چاند پر ایک خرگوش رہتا ہے جو دیوی چانگ ای کے ساتھ ہے۔ بچے جب مون کیک کھاتے ہیں تو وہ اس کہانی کو یاد کرتے ہیں۔'' میں نے سوچا، یہ کیک صرف ذائقہ نہیں، بلکہ ثقافت کا پورا خزانہ ہیں۔

چاند اور خرگوش کی کہانی سن کر میرے دل میں یہ جاننے کی تجسس جاگی کہ یہ قصہ کیا راز چھپا کر رکھتا ہے۔

رات کا آسمان چمکتے ہوئے چاند سے بھرا ہوا تھا، اور میرے قدم بیجنگ کی ایک قدیم گلی کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں کاغذی لالٹینیں جھولتی تھیں اور ہوا میں کہانیوں کی سرگوشیاں سنائی دیتی تھیں۔ میں نے سوچا، مون فیسٹیول صرف کھانے پینے یا میل جول کا نام نہیں، یہ تہوار تو داستانوں کا وہ دریچہ ہے جس کے پار وقت رک سا جاتا ہے۔ انہی داستانوں میں سب سے زیادہ دلکش کہانی ہے۔ چانگ ای کی۔

Over 185K Followers on social media now shining in print too

کہا جاتا ہے کہ ہزاروں برس پہلے، زمین پر ایک بہادر شکاری رہتا تھا۔ اس نے اپنی تیر کمان سے وہ دس سورج گرائے جو زمین کو جلا کر راکھ کر رہے تھے۔ انعام کے طور پر اسے امرت کا ایک پیالہ دیا گیا، مگر وہ اسے اپنی محبوب بیوی چانگ ای کے بغیر نہیں پینا چاہتا تھا۔ قسمت کا کھیل دیکھیے، حالات کچھ ایسے بنے کہ چانگ ای نے وہ امرت خود پی لیا، اور اس کے بعد وہ آسمان کی طرف اٹھالی گئی، چاند پر، تب سے چینیوں کے دلوں میں یہ یقین بیٹھ گیا کہ گول چاند کے سینے میں ایک حسین عورت اکیلی بیٹھی ہے، جو اپنی محبت سے جدا ہونے کے دکھ میں امرت کی مٹھاس کو بھی کڑوا محسوس کرتی ہے۔

بیجنگ کی اس گلی میں ایک چھوٹا سا تھیٹر لگا تھا جہاں بچے خرگوش کے کان پہنے چاندنی میں رقص کر رہے تھے۔ ایک خاتون نے بتایا کہ روایت کے مطابق چانگ ای کے ساتھ چاند پر ایک سفید خرگوش بھی رہتا ہے جو امرت گھوٹتا رہتا ہے۔ بچوں کے لیے یہ محض کہانی ہے، مگر بڑوں کے لیے یہ ایک ایسی علامت ہے جو محبت، قربانی اور تنہائی کی یاد دلاتی ہے۔ میری بچپن کی یادوں کے جھروکے آج بھی دل کو روشنی بخشتے ہیں۔ ہمارے بڑے اکثر کہا کرتے تھے کہ چاند پر ایک بڑھیا چرخہ کاتا کرتی ہے، کبھی یہ بھی سننے کو ملتا کہ وہاں پریاں بسیرا کیے بیٹھی ہیں۔ اُس وقت ان باتوں پر یقین سا آجاتا تھا، جیسے واقعی آسمان پر کوئی اور جہاں بستا ہو۔ رات کے سناٹے میں چمکتا ہوا چاند ان قصوں کو سچائی کا رنگ دے دیتا، اور ہم ننھی آنکھوں سے اس بڑھیا اور پریوں کو دیکھنے کی جستجو میں آسمان تکنے لگتے۔

میں نے ایک بزرگ آدمی سے پوچھا، ''آپ کے لیے چانگ ای کی کہانی کا کیا مطلب ہے؟'' وہ خاموش ہوئے، پھر آہستہ سے بولے، ''یہ کہانی ہمیں یاد دلاتی ہے کہ قربانی کے بغیر محبت نامکمل ہے۔ اور کبھی کبھی جدائی بھی محبت کو زندہ رکھتی ہے۔'' ان کے الفاظ سن کر میرے دل میں ایک عجیب سا خلا ابھرا، جیسے چاندنی نے میرے اندر بھی کوئی داستان جگادی ہو۔

چاند اُس رات اور بھی زیادہ روشن لگ رہا تھا، جیسے واقعی کوئی کہانی سنانے کے لیے جھک آیا ہو۔ میں نے اسے دیکھا اور دل ہی دل میں سوچا، شاید ہر قوم اپنی تنہائیوں کو کہانیوں کی صورت محفوظ کرتی ہے۔ اور یہی کہانیاں وقت کے سفر میں روشنی بن کر ساتھ چلتی ہیں۔

اس رات میں نے جانا کہ چانگ ای کی کہانی صرف ایک لوک داستان نہیں، یہ انسان کے اس خواب کی تصویر ہے کہ محبت کبھی ختم نہیں ہوتی، چاہے وہ آسمان اور زمین کے درمیان فاصلے ہی کیوں نہ ڈال دے۔

شہر کے بیچوں بیچ ایک چھوٹے سے چائے خانے میں بیٹھ کر میں نے محسوس کیا کہ مون فیسٹیول کا اصل ذائقہ شاید مون کیکس میں نہیں بلکہ چینی چائے کی بھاپ میں چھپا ہے۔ لکڑی کی میزوں پر چھوٹے چھوٹے برتن سجے تھے، اور ہر برتن سے اُٹھتی بھاپ فضا میں یوں گھل رہی تھی جیسے کوئی پرانی کہانی ہوا میں تحلیل ہو رہی ہو۔

دکاندار نے میرے سامنے ایک ننھا سا کپ رکھا۔ اندر ہری چائے کا رنگ چاندنی کی ہلکی جھلک جیسا تھا۔ میں نے پہلا گھونٹ لیا تو ذائقہ کڑوا اور نرم دونوں ایک ساتھ محسوس ہوا، جیسے زندگی کی تلخی اور مٹھاس کا امتزاج۔ قریب بیٹھے ایک مقامی نے کہا ''یہ چائے ہمیں سکون دیتی ہے، اور چاندنی میں یہ سکون اور بڑھ جاتا ہے۔ ایک بزرگ خاتون نے ہنستے ہوئے کہا: ''اگر چائے نہ ہو تو مون فیسٹیول ادھورا ہے۔''

اس لمحے مجھے یوں لگا جیسے چائے اور چاند دونوں ایک دوسرے کی رفاقت میں معنی پاتے ہیں۔ چاند آسمان پر روشنی بکھیرتا ہے، اور چائے زمین پر دلوں کو نرم کرتی ہے۔ یہی مون فیسٹیول کی اصل روح ہے۔

شہر کے ہر ایک وسیع پارک میں مون فیسٹیول کی رات موسیقی کی محفل بھی سجتی ہے۔ بانسری کی مدھم دھنیں ہوا میں تیرتی ہوئی ایسے لگ رہی تھیں جیسے چاندنی نے خود ساز سنبھال لیا ہو۔ لوگوں کی نظریں کبھی اسٹیج پر تھیں اور کبھی آسمان پر۔

چینی روایت میں کہا جاتا ہے کہ موسیقی اور چاند ہم آہنگ ہیں۔ بانسری کی لے، طبل کی تھاپ، اور سازوں کا اتار چڑھاؤ، سب چاند کے بڑھنے اور گھٹنے کی طرح ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ موسیقی بھی انسان کو ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہے، جیسے چاند سب کو ایک دائرے میں باندھ دیتا ہے۔

ایک نوجوان گلوکار نے جب چاند کی تعریف میں پرانا گیت چھیڑا تو ہجوم پر سکوت چھا گیا۔ سب کے دل ایک پل کو نرم ہو گئے، جیسے چاندنی نے سب کی روحوں کو ایک ہی ساز پر باندھ دیا ہو۔ میرے قریب بیٹھی ایک لڑکی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اُس نے کہا، ''یہ دھن مجھے اپنے گاؤں کی یاد دلا گئی۔''

اس رات مجھے لگا کہ چاند اور موسیقی دونوں انسان کے دل کی خاموشیوں کو آواز دیتے ہیں۔ چاندنی کی روشنی اور دھنوں کی روانی مل کر ایک ایسا منظر تخلیق کرتی ہیں جو لفظوں سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ہر سال چاند کے جشن سے پہلے اور دوران حکومت شہر کی صفائی کا خصوصی خیال رکھتی ہے تاکہ تہوار کا ماحول خوشگوار اور منظم رہے۔

ان دنوں گلیاں صاف کی جا رہی تھیں، سرخ لالٹینیں درختوں سے لٹکی ہوئی تھیں اور ہر چہرے پر چھٹی کی تازگی جھلک رہی تھی۔ مون فیسٹیول یہاں محض ایک روایت نہیں بلکہ سرکاری سطح پر تسلیم شدہ تعطیل ہے۔ اسکول بند، دفاتر خاموش، اور سب لوگ اپنے گھروں یا آبائی شہروں کی طرف رواں دواں۔ مجھے یوں لگا جیسے پورا شہر ایک ہی مقصد کے لیے سانس لے رہا ہو، اپنے پیاروں کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے۔

میں نے سب وے اسٹیشن کا رخ کیا تو وہاں رش کا سمندر تھا۔ ہاتھوں میں تحفے، تھیلوں میں مون کیکس، اور آنکھوں میں بیتابی۔ یہ منظر مجھے اپنے وطن کی یاد دلا رہا تھا، جب عید کے دن ہر کوئی گھر لوٹنے کے لیے بے قرار ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ یہاں کے مسافروں کی آنکھوں میں چاندنی کے تہوار کی جھلک تھی۔

ان دنوں یہاں ہر بڑے عوامی پارک میں، درختوں کے بیچ رنگ برنگی لالٹینیں جھول رہی تھیں، کچھ کاغذی جانوروں کی شکل میں، کچھ پھولوں کی صورت میں۔ بچے دوڑتے پھر رہے تھے اور بزرگ آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ ایک اسٹیج پر ڈریگن ڈانس ہو رہا تھا۔ طبل کی تھاپ اور رقص کرتے ڈریگن کی حرکتیں دیکھ کر یوں لگا جیسے خوشی کی لہریں ہوا میں لہرا رہی ہوں۔

رات کے اندھیرے میں آتش بازی شروع ہوئی۔ آسمان رنگوں سے بھر گیا۔ ہر دھماکے کے ساتھ قہقہوں کی آواز بلند ہوتی۔ میں نے سر اٹھا کر چاند کو دیکھا، جو اس شور میں بھی اپنی خاموشی کے ساتھ قائم تھا۔ مجھے لگا جیسے آسمان پر وہ گول چاند اور زمین پر یہ آتش بازی ایک ہی کہانی کے دو کردار ہیں۔ ایک سکون کی، دوسرا جوش کی۔

یہ دن میرے لیے ایک تجربہ تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ سرکاری چھٹی محض آرام کے لیے نہیں، بلکہ ایک قومی یاد دہانی ہے کہ زندگی کی سب سے قیمتی چیز خاندان اور تہذیب کے ساتھ تعلق ہے۔ جیسے چینی لوگ اس تہوار پر اپنی جڑوں کو دہراتے ہیں۔

چاند کی چمک اور آتش بازی کی روشنی ایک دوسرے میں گھل مل گئیں، اور بیجنگ کی یہ رات ہمیشہ کے لیے میرے دل پر رقم ہو گئی۔

چاندنی کے سفر کی آخری کہانی بھی ایک نئی دنیا کے دریچے کھولتی ہے۔ مون فیسٹیول اصل میں تو چین کی زمین اور وہاں کے کسانوں کی شکرگزاری سے جڑا ہے، مگر وقت کی لہریں جب آگے بڑھیں تو یہ تہوار اپنی حدود سے نکل کر دنیا کے کئی حصوں میں پھیل گیا۔ آج یہ صرف چین تک محدود نہیں رہا بلکہ ویتنام، سنگاپور، ملیشیا، فلپائن، تائیوان اور ہانگ کانگ جیسے ممالک میں بھی بڑے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ اور یہی نہیں، جہاں جہاں چینی تارکینِ وطن گئے، وہاں اس تہوار نے اپنی جڑیں مضبوط کیں۔

چینی قمری کیلنڈر کے مطابق یہ تہوار ہر سال آٹھویں قمری مہینے کی پندرہویں رات کو منایا جاتا ہے۔ اگر آپ اسے ہمارے حساب سے دیکھیں تو یہ وقت عموماً ستمبر کے وسط یا اکتوبر کے آغاز میں آتا ہے، جب خزاں کی ہوا میں ہلکی سی ٹھنڈک اور آسمان پر سب سے گول اور روشن چاند طلوع ہوتا ہے۔

سنگاپور میں میں نے دیکھا تھا کہ وہاں کی گلیاں روشنیوں سے نہا گئی تھیں۔ شیشے اور کاغذ کی رنگین لالٹینیں، بچوں کے ہاتھوں میں پکڑے چھوٹے ڈریگن، اور سڑکوں پر میلے کی سی رونق تھی۔

ویتنام میں اس تہوار کو ''ترُوں گ تھو'' کہتے ہیں، یعنی ''بچوں کا تہوار''۔ وہاں مون فیسٹیول کے موقع پر بچے جلوس کی صورت میں نکلتے ہیں، ڈھول بجاتے ہیں اور رنگین لالٹینیں لہراتے ہیں۔ مجھے یوں لگا جیسے یہ تہوار صرف بڑوں کے لیے نہیں، بلکہ نئی نسل کے خوابوں کے لیے بھی روشنی بن جاتا ہے۔

امریکہ اور یورپ کے شہروں میں بھی جہاں چینی کمیونٹیز آباد ہیں، یہ تہوار خاص طور پر چائنا ٹاؤنز میں منایا جاتا ہے۔ مون کیکس وہاں بھی فروخت ہوتے ہیں، لالٹین فیسٹیول منعقد ہوتے ہیں، اور غیر چینی لوگ بھی ان تقریبات میں شامل ہو کر اس تہوار کا ذائقہ اور رنگ دیکھتے ہیں۔ گویا یہ تہوار آہستہ آہستہ پوری دنیا کا مشترکہ جشن بنتا جا رہا ہے۔

میں نے ایک بار سوچا، کیا واقعی ایک گول چاند سب لوگوں کو جوڑ سکتا ہے؟ پھر یاد آیا کہ چاند کی روشنی کا کوئی وطن نہیں۔ یہ روشنی بیجنگ کی چھتوں پر بھی اترتی ہے، کراچی کے دریچوں میں بھی جھانکتی ہے، اور نیویارک کی عمارتوں کے بیچ بھی بہا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مون فیسٹیول عالمی سطح پر قبول کیا گیا کیونکہ اس کی اصل روح انسانی ہے۔ خاندان، اتحاد اور روشنی۔

اس آخری منظر میں جب میں نے چاند کی طرف دیکھا تو لگا جیسے وہ آہستہ سے مسکرا کر مجھ سے کہہ رہا ہو ''میری روشنی تم سب کے لیے ہے۔'' اور تب مجھے یقین ہوا کہ مون فیسٹیول کی حقیقت صرف ایک ملک کی تاریخ نہیں، بلکہ پوری انسانیت کا وہ خواب ہے جو ہر سال آٹھویں قمری مہینے کی پندرہویں رات حقیقت کا روپ دھارتا ہے۔

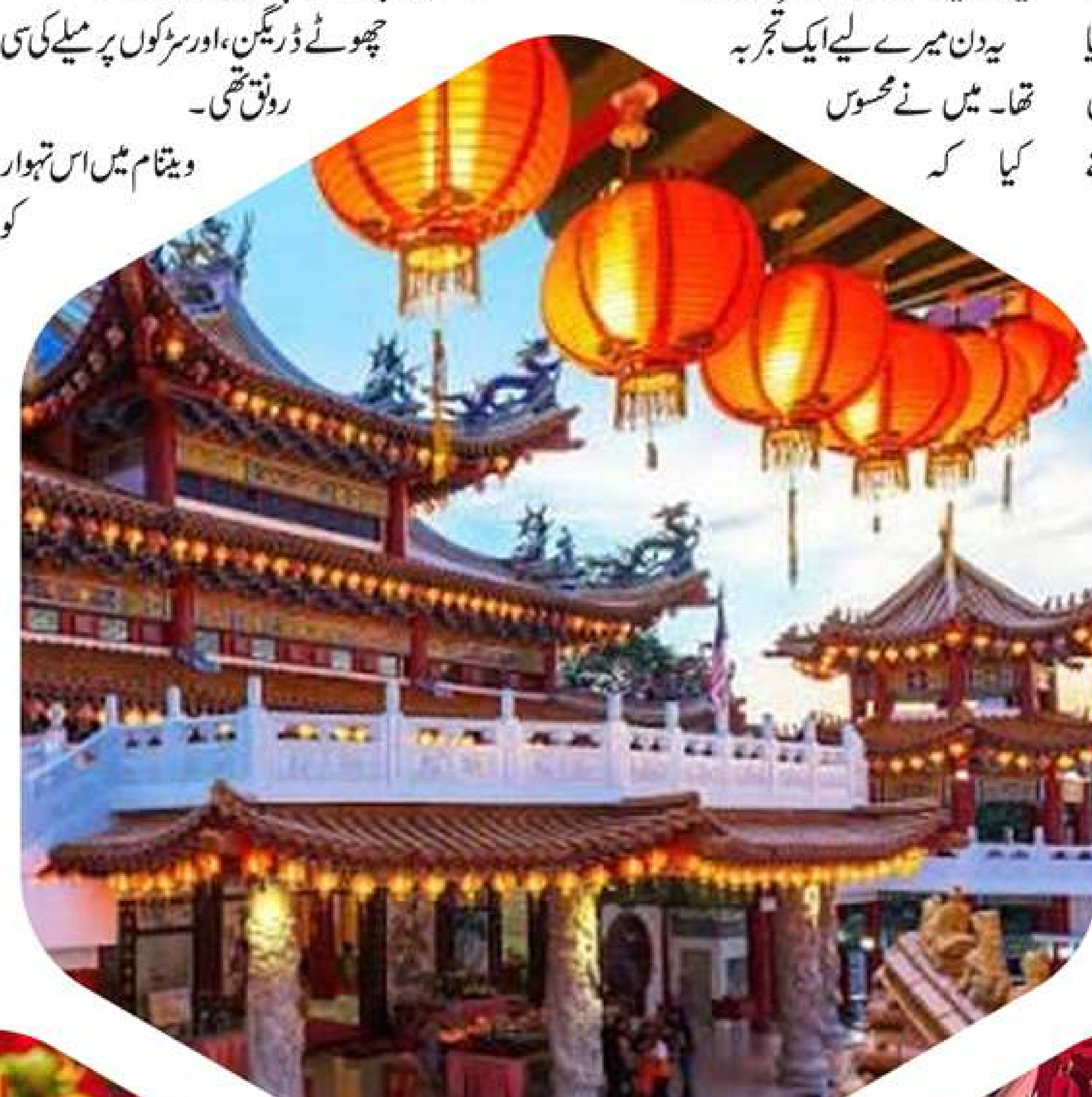

Over 185K Followers on social media now shining in print too

ٹک ٹاکرز پر ٹیکس عائد کرنے کا منصوبہ

کنزیومر واچ رپورٹ

پاکستان کی معیشت اس وقت کٹھن حالات سے

گزر رہی ہے۔ ایک طرف محصولات اکٹھے کرنے کے بحران نے حکومت کو نئے ذرائع آمدن کی تلاش پر مجبور کر دیا ہے تو دوسری جانب سمندر پار پاکستانیوں کی ترسیلات زر میں سہولت دینے کے نام پر شروع کی گئی اسکیموں میں بدانتظامی اور بے ضابطگیوں نے عوامی اعتماد کو متزلزل کر دیا ہے۔ حالیہ دنوں میں سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے خزانہ و ریونیو کے اجلاس میں دو اہم نکات زیر بحث آئے:

فیڈرل بورڈ آف ریونیو (ایف بی آر) کی تیاریاں

پاکستان ریمٹینسز انیشی ایٹو (پی آر آئی) کے تحت ترسیلات زر پر سبسڈی اسکیم کی بدانتظامی۔

یہ دونوں معاملات نہ صرف معیشت کے بڑھتے ہوئے چیلنجز کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ اس سوال کو بھی جنم دیتے ہیں کہ آیا حکومت اور ادارے عوامی وسائل کو درست سمت میں استعمال کر پا رہے ہیں یا نہیں۔

ٹک ٹاکرز پر ٹیکس: ڈیجیٹل معیشت کی حقیقت

ایف بی آر نے حالیہ برسوں میں ٹیکس نیٹ کو وسعت دینے کے لیے مختلف اقدامات کیے، لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ اب توجہ انفلونسرز، یوٹیوبرز اور ٹک ٹاکرز کی طرف مبذول کی جا رہی ہے جو سوشل میڈیا کے ذریعے لاکھوں روپے کماتے ہیں۔

اس اقدام کے محرکات

محصولات کی کمی: پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ ٹیکس ٹو جی ڈی پی ریشو ہے جو خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ حکومت ہر سال خسارے میں چلتی ہے اور آئی ایم ایف جیسے اداروں سے قرض لینے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ ڈیجیٹل آمدن کا پھیلاؤ: دنیا بھر میں ڈیجیٹل معیشت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ پاکستان میں بھی ہزاروں نوجوان ٹک ٹاک اور دیگر پلیٹ فارمز سے خطیر آمدن کما رہے ہیں۔ ان پر ٹیکس عائد کر کے حکومت کو ریونیو حاصل ہوسکتا ہے۔

خدشات اور چیلنجز

عمل درآمد کا مسئلہ: سینیٹر فیصل واڈا نے درست نشاندہی کی کہ سب سے زیادہ آمدن پنجاب سے ہو رہی ہے، لیکن پاکستان جیسے ملک میں انفرادی سطح پر ٹریکنگ کرنا مشکل ہے۔ اگر نظام مؤثر نہ ہوا تو یہ اقدام محض کاغذی ثابت ہوگا۔ نوجوانوں کی مزاحمت: یہ نوجوان طبقہ جو پہلے ہی مہنگائی، بے روزگاری اور مواقع کی کمی سے پریشان ہے، اس نئے ٹیکس کو بوجھ سمجھے گا۔ پلیٹ فارمز کی شراکت داری: اگر ٹک ٹاک اور یوٹیوب جیسے اداروں کے ساتھ باضابطہ تعاون نہیں کیا گیا تو ٹیکس وصولی شفاف نہیں ہو سکے گی۔

تجزیہ

ٹک ٹاکرز پر ٹیکس کا اقدام اپنی جگہ درست لگتا ہے، لیکن اسے عجلت میں نافذ کرنے سے مسائل پیدا ہوں گے۔ حکومت کو پہلے ٹیکس نیٹ کو ڈیجیٹل معیشت کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنانا ہوگا۔ دنیا بھر میں اس کے لیے واضح قوانین اور پلیٹ فارم لیول پر کٹوتی کا نظام موجود ہے۔ پاکستان میں بھی ایسا ہی فریم ورک تیار کرنا ہوگا۔

ترسیلات زر سبسڈی اسکیم: ایک اسکینڈل؟

پاکستانی معیشت کے لیے ترسیلات زر ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ 2020 میں حکومت نے "پاکستان ریمٹینسز انیشی ایٹو (پی آر آئی)" کے تحت ایک اسکیم متعارف کرائی جس کے مطابق ہر ترسیل پر بینکوں اور منی ٹرانسفر آپریٹرز کو 20 سعودی ریال سبسڈی دی جاتی تھی تاکہ وہ یہ سہولت کم لاگت پر فراہم کرسکیں۔

اسکیم کی تبدیلیاں

2020: فی ٹرانزیکشن 20 ریال سبسڈی۔

2024: سبسڈی بڑھا کر 30 ریال کر دی گئی۔

بعد ازاں دوبارہ 20 ریال پر لے آئی گئی۔

مسائل اور الزامات

فیصل واڈا کا الزام: ان کے مطابق یہ ایک "اسکینڈل" ہے اور کمرشل بینکوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ اصل سہولت عوام تک پہنچنے کے بجائے ادارے خود کھا گئے۔ کمیٹی کی تشویش: چیئرمین سلیم مانڈوی والا نے بھی کہا کہ اس سبسڈی کا مقصد اوورسیز پاکستانیوں کو سہولت دینا تھا لیکن اس کا فائدہ منی ٹرانسفر آپریٹرز اور بینکوں تک محدود رہا۔ اسٹیٹ بینک کا موقف: ڈپٹی گورنر نے تسلیم کیا کہ سبسڈی میں ردوبدل کیا گیا مگر اس کے اثرات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

تجزیہ

یہ معاملہ صرف مالی بدانتظامی کا نہیں بلکہ اعتماد کے بحران کا ہے۔ اوورسیز پاکستانی اپنی محنت کی کمائی بھیجتے ہیں تاکہ ان کے اہل خانہ کو سہولت ملے، لیکن اگر سبسڈی بینکوں کی جیب میں چلی جائے تو یہ نہ صرف اسکیم کی ناکامی ہے بلکہ اوورسیز کمیونٹی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کے مترادف ہے۔ حکومت کو اس پر شفاف انکوائری کرنی چاہیے اور ان رقوم کی واپسی یقینی بنانی چاہیے جو ناجائز طور پر ہڑپ کی گئیں۔

دونوں معاملات کا باہمی تعلق

بظاہر یہ دونوں معاملات الگ الگ ہیں: ایک طرف سوشل میڈیا انکم پر ٹیکس کا معاملہ ہے، دوسری جانب ترسیلات زر کی سبسڈی۔ لیکن حقیقت میں یہ دونوں پاکستان کے ٹیکس اور مالیاتی نظام کی کمزوریوں کی عکاسی کرتے ہیں: وسائل کے ضیاع اور بدانتظامی: ترسیلات زر کی سبسڈی کا مقصد تو خیرخواہی تھا مگر بدانتظامی نے اسے اسکینڈل بنا دیا۔ وسائل پیدا کرنے کی مجبوری: ٹک ٹاکرز پر ٹیکس لگانے کی کوشش اس بات کا اعتراف ہے کہ ریاست کے پاس وسائل اکٹھے کرنے کے مؤثر ذرائع نہیں بچے۔ یہ دونوں پہلو مل کر ایک ایسے مالیاتی نظام کی تصویر دکھاتے ہیں جو نہ تو شفاف ہے اور نہ ہی پائیدار۔

آگے کا راستہ

ڈیجیٹل ٹیکس فریم ورک: ایف بی آر کو سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے ساتھ براہِ راست معاہدے کرنے چاہئیں تاکہ آمدن پر خودکار کٹوتی کے ذریعے ٹیکس وصول ہو۔ اس سے شفافیت بھی آئے گی اور نوجوانوں پر براہِ راست دباؤ بھی کم ہوگا۔ ترسیلات زر اسکیم کی اصلاح: سبسڈی کا فائدہ براہِ راست صارفین تک پہنچنا چاہیے۔ حکومت کو بینکوں کے کردار پر کڑی نگرانی کرنی ہوگی اور کسی بھی قسم کی بدعنوانی پر سخت کارروائی کرنی ہوگی۔ اعتماد سازی: اوورسیز پاکستانی ہوں یا ملک کے اندر نوجوان انفلونسرز، دونوں کو یہ اعتماد ہونا چاہیے کہ ان کی محنت کی کمائی حکومت یا ادارے ضائع نہیں کریں گے۔ شفافیت اور احتساب: پارلیمانی کمیٹیوں کے مشورے صرف اجلاس کی حد تک محدود نہ رہیں بلکہ ان پر عملی اقدامات کیے جائیں۔ پاکستان اس وقت مالیاتی دباؤ، قرضوں کے بوجھ اور محصولات کی کمی سے دوچار ہے۔ ان حالات میں حکومت کو ہر وہ ذریعہ استعمال کرنا ہے جس سے آمدن بڑھے، لیکن اس کے ساتھ شفافیت اور اعتماد کو قائم رکھنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔

ٹک ٹاکرز پر ٹیکس عائد کرنے کا فیصلہ اپنی جگہ درست ہوسکتا ہے، مگر اگر اس کے ساتھ ترسیلات زر سبسڈی جیسے اسکینڈلز سامنے آتے رہے تو عوام کا اعتماد مزید ٹوٹے گا۔ پاکستان کو ضرورت ہے کہ وہ محض وقتی اقدامات نہ کرے بلکہ ایک جامع اور شفاف مالیاتی حکمت عملی اپنائے، جس سے ریاستی اداروں کی ساکھ بھی بہتر ہو اور عوام کو بھی یقین ہو کہ ان کی محنت کی کمائی محفوظ ہے۔

آئی ٹی سی این ایشیا کراچی 2025

رپورٹ: وقار نعیم

آئی ٹی سی این ایشیا کراچی، پاکستان کے سب سے بڑے آئی ٹی اور ٹیلی کام ایکسپو اور کانفرنس کا 26واں ایڈیشن، کراچی کے ایکسپو سینٹر میں کامیابی کے ساتھ انعقاد کیا گیا، جو ملک کے ٹیکنالوجی کے شعبے کے لئے ایک تاریخی لمحہ تھا۔تقریب کا آغاز وفاقی وزیر اطلاعات ٹیکنالوجی و ٹیلی کمیونیکیشن، محترمہ شزا فاطمہ خواجہ نے کیا، جس نے تین دن کی اختراع، نیٹ ورکنگ، اور تبدیلی کے شراکت داریوں کا متحرک آغاز کیا۔ یہ ایونٹ ای کامرس گیٹ وے پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے زیر انتظام تھا، جس کا آغاز وزیر شزا فاطمہ خواجہ کے ایک متاثر کن کلیدی خطاب سے ہوا۔ انہوں نے حکومت کی مدد سے، سالانہ 5 بلین ڈالر سے زیادہ آئی ٹی برآمدات کو عبور کرنے کے پاکستان کے جرات مندانہ وژن کی وضاحت کی۔ آئی ٹی سی این ایشیا کراچی 2025 کو اسپیشل انویسٹمنٹ فیسلیٹیشن کونسل (SIFC) اور ٹیک ڈیسٹینیشن پاکستان کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ تقریب میں ٹیکنالوجی کی صنعت میں رہنماؤں کو بھی اعزاز دیا گیا۔ آئی ٹی سی این ایشیا کراچی 2025 میں 50,000 سے زائد شرکاء کی آمد ہوئی، جن میں برطانیہ، ترکی، آذربائیجان، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، اردن، مصر، چین، انڈونیشیا، ملائیشیا، فلپائن، ریاستہائے متحدہ، اور آسٹریلیا سمیت 25+ ممالک کے بین الاقوامی وفود شامل تھے۔ پچھلے سال کی 500 $ ملین کے مفاہمتی یاداشت (MoUs) کی کامیابی پر استوار کرتے ہوئے، اس سال کے ایونٹ نے پہلے ہی اے آئی، سائبر سیکیورٹی، اور ٹیلی کام شعبوں میں مضبوط مصروفیت کے ساتھ نئے معاہدوں میں نمایاں دلچسپی پیدا کی۔ آئی ٹی سی این ایشیا پاکستان کی ڈیجیٹل تبدیلی میں سنگ بنیاد کے کردار کی تصدیق کرتا ہے،" محمد عمیر نظام، گروپ ڈائریکٹر ای کامرس گیٹ وے پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ نے کہا۔ "2001 میں اپنے عاجزانہ آغاز سے لے کر COVID-19 وبائی امراض جیسے عالمی چیلنجوں پر ورچوئل ایڈیشنز کے ساتھ تشریف لے جانے تک، آئی ٹی سی این ایشیا ایک عالمی پلیٹ فارم میں پروان چڑھ رہا ہے۔ اس سال، ہم بے مثال شرکت دیکھنے کے لئے پرجوش رہے، ایک ہائبرڈ فارمیٹ کے ساتھ اہم اختراعات اور شراکت داریوں تک رسائی کو بڑھایا گیا۔ "700 سے زائد نمائش کنندگان، عالمی ٹیک دیو سے لے کر مقامی اسٹارٹ اپس تک، سرکاری ٹیک، فنٹیک، اور ایڈ ٹیک کے لئے مخصوص زونز میں جدید حل پیش کیے۔

منافع کی بیرونِ ملک واپسی میں ریکارڈ اضافہ

کنزیومر واچ رپورٹ

اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی جانب سے جاری تازہ ترین اعداد وشمار نے ایک بار پھر ملکی معیشت کی سنگین حقیقت کو آشکار کیا ہے۔ رواں مالی سال کے ابتدائی دو مہینوں (جولائی اور اگست) میں غیر ملکی سرمایہ کاری پر منافع اور ڈیویڈنڈ کی بیرونِ ملک واپسی دوگنا سے بھی زیادہ رہی۔ حیران کن امر یہ ہے کہ یہ منافع واپس بھیجی جانے والی رقوم براہِ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) کی آمد سے بھی بڑھ گئیں۔

یہ رجحان نہ صرف پاکستان کے لیے توازنِ ادائیگی کے مسائل کو مزید پیچیدہ کر رہا ہے بلکہ اس سے مستقبل میں پائیدار غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کرنے کے امکانات بھی دباؤ کا شکار ہو سکتے ہیں۔

دو مہینوں کے اعداد وشمار

اسٹیٹ بینک کے مطابق جولائی۔اگست مالی سال 2026 کے دوران منافع اور ڈیویڈنڈ کی واپسی 59 کروڑ 30 لاکھ ڈالر تک پہنچ گئی۔ گزشتہ مالی سال کے اسی عرصے میں یہ رقم 27 کروڑ 50 لاکھ ڈالر تھی۔ یوں ایک سال کے اندر اندر 115 فیصد یا 31 کروڑ 80 لاکھ ڈالر کا اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔ دوسری جانب، اسی مدت میں ملک میں آنے والی براہِ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI) محض 36 کروڑ 40 لاکھ ڈالر رہی، جو گزشتہ سال کے مقابلے میں 22 فیصد کمی کو ظاہر کرتی ہے۔ اس طرح صاف ظاہر ہے کہ منافع کی بیرونِ ملک واپسی، نئی سرمایہ کاری کی آمد سے تقریباً 22 کروڑ 90 لاکھ ڈالر زیادہ رہی۔

بین الاقوامی دباؤ اور مقامی مشکلات

یہ رجحان اس وقت سامنے آیا ہے جب پاکستان عالمی مالیاتی اداروں خصوصاً آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے دباؤ میں ہے کہ غیر ملکی سرمایہ کاروں کو منافع کی ترسیل کی مکمل آزادی دی جائے۔ پاکستان کی تاریخ میں کئی بار ایسا ہوا ہے کہ زرمبادلہ کے بحران کے دوران حکومت نے منافع کی بیرونِ ملک منتقلی پر غیر اعلانیہ پابندیاں یا تاخیر عائد کی۔ مگر حالیہ معاہدوں کے تحت حکومت نے ایسی قدغنیں کم کر دی ہیں، تاکہ عالمی قرض دہندگان کا اعتماد حاصل کیا جا سکے۔ معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ صورتحال آئندہ مہینوں میں بھی برقرار رہنے کا امکان ہے، کیونکہ غیر ملکی کمپنیوں کو اب یقین دہانی حاصل ہے کہ وہ اپنی کمائی ہوئی رقوم باآسانی اپنے ہیڈکوارٹرز کو منتقل کر سکیں گی۔ تاہم، اس کا براہِ راست اثر پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر اور بیرونی کھاتوں پر پڑ رہا ہے، جو پہلے ہی دباؤ کا شکار ہیں۔

ملک وار تقسیم: سب سے بڑا وصول کنندہ چین

اسٹیٹ بینک کے فراہم کردہ اعداد وشمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ چین منافع کی واپسی میں سب سے آگے رہا۔ صرف دو مہینوں میں چین کو 20 کروڑ 50 لاکھ 60 ہزار ڈالر موصول ہوئے، جو گزشتہ سال کے صرف 2 کروڑ 50 لاکھ ڈالر کے مقابلے میں کئی گنا اضافہ ہے۔ اس نمایاں اضافے سے واضح ہوتا ہے کہ توانائی اور بنیادی ڈھانچے کے شعبے میں چینی سرمایہ کاری اب بڑے پیمانے پر منافع دے رہی ہے۔

اس کے بعد برطانیہ کو 9 کروڑ 60 لاکھ 50 ہزار ڈالر، نیدرلینڈز کو 8 کروڑ 70 لاکھ ڈالر، متحدہ عرب امارات کو 4 کروڑ 50 لاکھ ڈالر اور امریکا کو 4 کروڑ 20 لاکھ ڈالر بھیجے گئے۔ یہ فہرست ظاہر کرتی ہے کہ یورپی ممالک اور مشرقِ وسطیٰ کے سرمایہ کار بھی پاکستان میں منافع کما کر بڑے پیمانے پر رقوم منتقل کر رہے ہیں۔

سیکٹر وار جائزہ

توانائی کا شعبہ

توانائی کا شعبہ منافع کی واپسی کے اعتبار سے سب سے آگے رہا۔ صرف دو مہینوں میں اس شعبے سے 17 کروڑ ڈالر منتقل کیے گئے۔ بجلی کے کارخانوں اور پاور پروجیکٹس پر غیر ملکی سرمایہ کاروں کی بالادستی پہلے ہی تنقید کا نشانہ بنتی رہی ہے۔ اب یہ اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ مقامی صارفین سے وصول ہونے والے بلوں اور حکومتی سبسڈی کے ذریعے کمایا گیا بڑا حصہ بیرونِ ملک منتقل ہو رہا ہے۔

بینکاری کا شعبہ

بینکاری سیکٹر نے 13 کروڑ 50 لاکھ ڈالر بیرونِ ملک بھیجے۔ گزشتہ سال یہی رقم 6 کروڑ ڈالر تھی۔ یوں ایک سال میں یہ حجم دوگنا سے بھی زیادہ ہو گیا۔ اسٹیٹ بینک کے مطابق مقامی بینکوں کی آمدنی کا بڑا حصہ حکومت کو قرض دینے سے حاصل ہوا، اور بڑھتی ہوئی مالی ضروریات کے پیشِ نظر یہ رجحان مستقبل میں بھی برقرار رہ سکتا ہے۔

ٹیلی کمیونیکیشن

ٹیلی کمیونیکیشن کے شعبے میں منافع کی واپسی 6 کروڑ 60 لاکھ 30 ہزار ڈالر رہی، جو گزشتہ سال کے 54 لاکھ ڈالر کے مقابلے میں کئی گنا اضافہ ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ڈیجیٹل خدمات کی بڑھتی ہوئی مانگ، موبائل ڈیٹا کے پھیلاؤ اور قیمتوں میں اضافے نے اس شعبے کو انتہائی منافع بخش بنا دیا ہے۔

خوراک کا شعبہ

خوراک کے شعبے میں تقریباً 3 کروڑ 50 لاکھ ڈالر کی واپسی ریکارڈ ہوئی، جو گزشتہ سال کے برابر رہی۔ یہ شعبہ اگرچہ نسبتاً مستحکم ہے، لیکن اس میں نمایاں اضافہ نہیں ہوا۔

توازنِ ادائیگی پر اثرات

غیر ملکی سرمایہ کاری کی آمد اور منافع کی واپسی کے درمیان بڑھتا ہوا فرق پاکستان کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ جب نئی سرمایہ کاری کی رفتار سست ہو اور پہلے سے موجود سرمایہ کار بڑے پیمانے پر رقوم باہر منتقل کر رہے ہوں، تو ملک کے زرِمبادلہ کے ذخائر پر دوہرا دباؤ پڑتا ہے۔

پاکستان کے لیے پہلے ہی درآمدات کی ادائیگی، قرضوں کی قسطیں اور سود کی واپسی ایک کڑا امتحان ہے۔ ایسے میں اگر منافع کی ترسیل بھی بڑھ جائے تو ادائیگیوں کا توازن بگڑ سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یا تو مزید قرضوں کی تلاش میں نکلے گا یا پھر روپے پر دباؤ بڑھتا جائے گا۔

سرمایہ کاروں کے اعتماد کا سوال

اس صورتِ حال میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان اب بھی غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے پرکشش ملک ہے یا نہیں؟ ایک طرف تو بڑی رقوم باہر جا رہی ہیں، جو سرمایہ کاروں کے لیے مثبت اشارہ ہے کہ ان کے منافع محفوظ ہیں۔ مگر دوسری طرف نئی سرمایہ کاری کی شرح گر رہی ہے، جو سرمایہ کاروں کے شکوک وشبہات کو ظاہر کرتی ہے۔ توانائی کے شعبے میں مہنگے معاہدے، سرکاری سبسڈی اور گردشی قرضوں کا بحران سرمایہ کاروں کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ بینکاری میں حکومتی قرض پر انحصار مقامی معیشت کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔ ٹیلی کمیونیکیشن اور خوراک کے شعبے اگرچہ مستحکم ہیں، مگر ان پر ٹیکسز اور ریگولیٹری بوجھ سرمایہ کاروں کو محتاط بنا رہا ہے۔

ماہرین کی آرا

معاشی ماہرین اس رجحان کو تشویشناک قرار دے رہے ہیں۔ ان کے مطابق یہ صورتحال ایک "ڈبل بوجھ" پیدا کرتی ہے: نئی سرمایہ کاری کم آ رہی ہے اور پرانی سرمایہ کاری کا منافع تیزی سے باہر جا رہا ہے۔ اس کا براہِ راست اثر زرمبادلہ کے ذخائر پر پڑتا ہے، جس سے درآمدی بلوں اور قرضوں کی ادائیگی مشکل ہوتی ہے۔ کچھ ماہرین کے خیال میں حکومت کو فوری طور پر پالیسی اصلاحات کی ضرورت ہے تاکہ غیر ملکی سرمایہ کاروں کے اعتماد کو بحال کیا جا سکے۔ ان اصلاحات میں توانائی کے معاہدوں پر نظرِ ثانی، مالی نظم وضبط اور کاروباری آسانیوں میں اضافہ شامل ہو سکتا ہے۔

مستقبل کا منظرنامہ

اگر یہ رجحان جاری رہا تو آئندہ مہینوں میں پاکستان کو مزید مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ IMF اور دیگر عالمی اداروں کے دباؤ کے تحت پاکستان منافع کی ترسیل پر پابندیاں نہیں لگا سکتا۔ اس کا مطلب ہے کہ آنے والے وقت میں مزید زرمبادلہ ملک سے باہر جائے گا۔

یہ صورتحال نہ صرف روپے پر دباؤ ڈالے گی بلکہ افراطِ زر اور شرحِ سود میں بھی اضافے کا سبب بن سکتی ہے۔ معیشت پہلے ہی سست روی کا شکار ہے، ایسے میں سرمایہ کاری کے لیے پرکشش ماحول پیدا کرنا حکومت کے لیے ایک بڑا چیلنج ہوگا۔

رواں مالی سال کے ابتدائی دو ماہ کے اعداد وشمار ایک اہم سوال اٹھاتے ہیں: کیا پاکستان پائیدار غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے یا صرف ایک "مارکیٹ" بن کر رہ گیا ہے جہاں سرمایہ کار آتے ہیں، منافع کماتے ہیں اور رقوم واپس لے جاتے ہیں؟

اگر حکومت نے بروقت اقدامات نہ کیے تو یہ فرق بڑھتا جائے گا اور پاکستان کے لیے بیرونی کھاتوں کو سنبھالنا مزید مشکل ہوگا۔

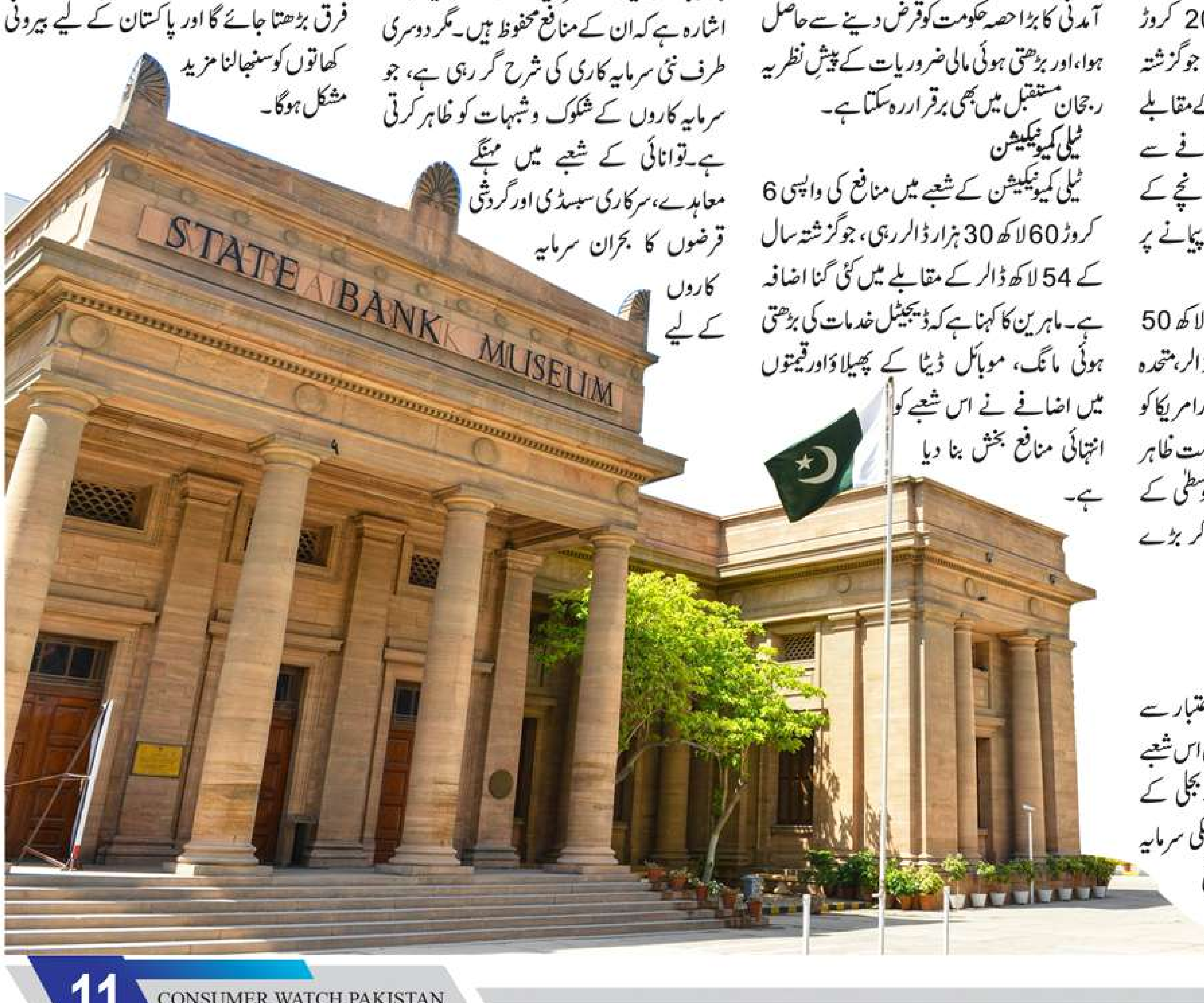

کنزیومرواچ رپورٹ

برطانیہ میں پی آئی اے کی پروازیں بحالی کے قریب

تھرڈ کنٹری آپریٹر اور اے سی سی 3 سرٹیفکیشن ملنے کے بعد قومی ایئرلائن کی بڑی کامیابی

پس منظر: ایک مشکل دور کا اختتام

پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائنز (پی آئی اے) کے لیے گزشتہ پانچ سال بے حد مشکل ثابت ہوئے۔ جون 2020 میں کراچی کے ماڈل کالونی میں پیش آنے والے فضائی حادثے نے ادارے کو شدید بحران سے دوچار کر دیا۔ اس حادثے میں تقریباً 100 قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اور اس کے فوری بعد دنیا بھر میں پاکستان کی فضائی سلامتی پر سوالات اٹھائے گئے۔ اسی تناظر میں یورپی یونین، برطانیہ اور امریکا نے پی آئی اے پر پروازوں کی پابندی عائد کر دی۔ مزید مشکلات اس وقت سامنے آئیں جب اُس وقت کے وفاقی وزیرِ ہوابازی غلام سرور خان نے قومی اسمبلی میں انکشاف کیا کہ 262 پاکستانی پائلٹس کے لائسنس مشکوک ہیں۔ یہ بیان عالمی سطح پر ہلچل کا باعث بنا اور یورپی ایوی ایشن سیفٹی ایجنسی (ایاسا) سمیت دیگر اداروں نے فوری طور پر پی آئی اے پر اعتماد ختم کر دیا۔

سفری مشکلات اور مسافروں کے مسائل

پابندی کے بعد برطانیہ اور یورپ میں مقیم پاکستانی کمیونٹی کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لاکھوں تارکینِ وطن جو معمول کے مطابق پی آئی اے کے ذریعے وطن آتے جاتے تھے، انہیں متبادل ایئرلائنز پر انحصار کرنا پڑا۔ اس دوران فضائی کرایوں میں کئی گنا اضافہ ہوا اور قومی ایئرلائن کی آمدن کو بھی بڑا دھچکا لگا۔ پی آئی اے انتظامیہ نے مختلف اوقات میں اعلان کیا کہ وہ عالمی اداروں کے تعاون سے اپنی ساکھ بحال کرنے کے لیے کوششیں کر رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے طیاروں کی دیکھ بھال کے نظام، فضائی عملے کی تربیت اور سیکیورٹی کے انتظامات میں بہتری لائی گئی۔

اہم سنگ میل: یورپی پابندی کا خاتمہ

نومبر 2024 پی آئی اے کے لیے ایک اہم موڑ ثابت ہوا جب یورپی یونین نے اپنی فضائی حدود میں پی آئی اے پر عائد پابندی ختم کر دی۔ اس فیصلے نے قومی ایئرلائن کے اعتماد کو بحال کیا اور ایک بار پھر بین الاقوامی سطح پر مثبت تاثر پیدا ہوا۔ تاہم، برطانیہ میں پروازیں بحال نہ ہونا کمیونٹی کے لیے ایک بڑا سوالیہ نشان تھا۔

برطانیہ کی ایئر سیفٹی فہرست سے پاکستان کا اخراج

رواں سال جولائی میں برطانوی حکومت نے پاکستان کو اپنی ایئر سیفٹی فہرست سے نکال دیا۔ اس فیصلے کے بعد پاکستانی ایئرلائنز برطانیہ میں پروازوں کے لیے درخواست دینے کی اہل ہوگئیں۔ یہ فیصلہ اس بات کا اعتراف تھا کہ پاکستان نے فضائی حفاظت اور سیکیورٹی کے حوالے سے نمایاں اقدامات کیے ہیں۔

تھرڈ کنٹری آپریٹر (TCO) کی منظوری

اب پی آئی اے نے اعلان کیا ہے کہ اسے برطانیہ میں پروازوں کے لیے تھرڈ کنٹری آپریٹر (TCO) سرٹیفکیشن مل گیا ہے۔ اس سرٹیفکیٹ کے بعد قومی ایئرلائن کو برطانیہ میں براہِ راست پروازیں چلانے کی اجازت حاصل ہوگئی ہے۔ یہ کامیابی ایک طویل اور مشکل عمل کے بعد ممکن ہوئی، جس میں پاکستان سول ایوی ایشن اتھارٹی، وزارتِ دفاع اور وزارتِ خارجہ نے اہم کردار ادا کیا۔

اے سی سی 3 سرٹیفکیٹ: کارگو آپریشنز میں نیا باب

پی آئی اے کے مطابق برطانوی محکمہ ٹرانسپورٹ نے سیکیورٹی اور کارگو کے لیے ACC3 سرٹیفکیٹ بھی جاری کر دیا ہے۔ یہ سرٹیفکیٹ پانچ سال کے لیے مؤثر ہے اور اس کے ذریعے پی آئی اے کو برطانیہ کے ہوائی اڈوں پر مسافروں کے ساتھ ساتھ کارگو لے جانے کی بھی اجازت ہوگی۔ اس پیش رفت سے نہ صرف مسافروں کو سہولت ملے گی بلکہ برطانیہ اور پاکستان کے درمیان تجارتی تعلقات کو بھی فروغ ملے گا۔

ابتدائی پروازیں: مانچسٹر سے آغاز

پی آئی اے کے اعلان کے مطابق، پروازوں کی بحالی کا آغاز پہلے مرحلے میں مانچسٹر کے لیے کیا جائے گا۔ اس کے بعد بتدریج برمنگھم اور لندن کو بھی نیٹ ورک میں شامل کیا جائے گا۔ ان شہروں کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کیونکہ یہاں بڑی تعداد میں پاکستانی کمیونٹی آباد ہے اور قومی ایئرلائن کے لیے یہ سب سے بڑے تجارتی روٹس ہیں۔

حکومتِ پاکستان کا کردار اور شکریہ

پی آئی اے نے اپنے سرکاری بیان اور 'ایکس' پر کی گئی پوسٹ میں وزیرِاعظم پاکستان، وزیرِ خارجہ، وزارتِ دفاع اور سول ایوی ایشن اتھارٹی کا خصوصی شکریہ ادا کیا ہے۔ ادارے کا کہنا ہے کہ یہ کامیابی ان تمام اداروں کی مشترکہ کاوشوں کا نتیجہ ہے جنہوں نے عالمی سطح پر پاکستان کی ساکھ بہتر بنانے میں کردار ادا کیا۔

کمیونٹی کی خوشی اور توقعات

برطانیہ میں مقیم پاکستانی کمیونٹی نے پی آئی اے کی پروازوں کی بحالی پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ کمیونٹی رہنماؤں کا کہنا ہے کہ اس اقدام سے سفری اخراجات میں کمی آئے گی اور عوام کو اپنی قومی ایئرلائن پر دوبارہ سفر کرنے کا موقع ملے گا۔ ساتھ ہی یہ توقع بھی کی جا رہی ہے کہ پی آئی اے اپنی خدمات کے معیار میں بہتری لا کر مسافروں کے اعتماد پر پورا اترے گی۔

مستقبل کی سمت

پی آئی اے کے لیے یہ پیش رفت محض ایک آغاز ہے۔ قومی ایئرلائن کو اب اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ وہ فضائی حفاظت، سیکیورٹی اور سروس کے معیار پر عالمی اداروں کی توقعات پر ہمیشہ پوری اترے۔ اگر پی آئی اے نے یہ معیار برقرار رکھا تو نہ صرف برطانیہ بلکہ دیگر مغربی ممالک میں بھی اپنی ساکھ دوبارہ بحال کر سکے گی۔

2020 سے 2025 تک اہم ٹائم لائن

22 مئی 2020: کراچی کے ماڈل کالونی میں پی آئی اے کا ایئربس اے-320 حادثے کا شکار، تقریباً 100 افراد جاں بحق۔

جون 2020: اس وقت کے وزیرِ ہوابازی نے 262 پائلٹس کے لائسنس مشکوک قرار دیے، عالمی سطح پر پاکستان کی ساکھ متاثر۔

جولائی 2020: یورپی یونین، برطانیہ اور امریکا میں پی آئی اے پر پروازوں کی پابندی عائد۔

2021-2023: پاکستان سول ایوی ایشن اتھارٹی اور پی آئی اے فضائی سیکیورٹی اور معیار بہتر بنانے کے لیے اقدامات کرتے رہے۔

2023: یورپی ایوی ایشن اداروں کے ساتھ مذاکرات اور معائنے کا عمل تیز۔

نومبر 2024: یورپی یونین نے پی آئی اے پر عائد پابندی ختم کر دی۔

جولائی 2025: برطانیہ نے پاکستان کو اپنی ایئر سیفٹی فہرست سے نکال دیا، درخواست دینے کی راہ ہموار۔

ستمبر 2025: برطانوی محکمہ ٹرانسپورٹ نے اسلام آباد ایئرپورٹ کے سیکیورٹی انتظامات کو تسلی بخش قرار دیا۔

ستمبر 2025: پی آئی اے کو تھرڈ کنٹری آپریٹر (TCO) اور ACC3 سرٹیفکیشن جاری، برطانیہ میں پروازوں کی بحالی کا اعلان۔

کنزیومر واچ رپورٹ

ریکوڈک منصوبہ

7 ارب 72 کروڑ ڈالر کے پیکیج کی منظوری

اگلے دو ہفتوں میں حتمی معاہدے پر دستخط کا راستہ ہموار، یہ اقدام منصوبے کی ترقی اور مالیاتی ذمہ داریوں کی تکمیل کے لیے اہم سنگِ میل قرار

ریکوڈک منصوبے کے لیے 7 ارب 72 کروڑ ڈالر کے پیکج کی منظوری دے دی گئی ہے، جس کے بعد اگلے دو ہفتوں میں حتمی معاہدے پر دستخط کا راستہ ہموار ہو گیا ہے، یہ اقدام منصوبے کی ترقی اور مالیاتی ذمہ داریوں کی تکمیل کے لیے اہم سنگِ میل قرار دیا جا رہا ہے۔

رپورٹ کے مطابق حکومت نے جمعرات کو ریکوڈک سونے اور تانبے کے پروجیکٹ کے پہلے مرحلے کی ترمیم شدہ لاگت 7 ارب 72 کروڑ 30 لاکھ ڈالر کے لیے حتمی معاہدے اور مالی ذمہ داریوں کی منظوری دے دی، جس سے دو ہفتوں کے اندر رسمی دستخط کا راستہ ہموار ہو گیا۔

کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی (ای سی سی) کے اجلاس کی صدارت وزیرِ خزانہ محمد اورنگزیب نے کی اور اس میں ریاستی ملکیتی اداروں (ایس او ایز)، بلوچستان حکومت اور قرض دہندگان کے درمیان معاہدوں کی توثیق کی گئی تاکہ ملک کے سب سے بڑے معدنی منصوبے کو عملی شکل دی جا سکے۔ پہلے مرحلے کی تخمینی لاگت مارچ میں 6 ارب 76 کروڑ 50 لاکھ ڈالر سے بڑھ کر 7 ارب 72 کروڑ 30 لاکھ ڈالر ہو گئی ہے، جس کی بنیادی وجہ منصوبے کے قرضے میں اضافہ اور لاگت کے اضافی تخمینی اخراجات شامل کرنا ہے۔

مالی ڈھانچہ

منصوبے کے قرضے کی مالیت 3 ارب ڈالر سے بڑھا کر 3 ارب 50 کروڑ ڈالر کر دی گئی ہے، اس اضافے کے ساتھ کل شیئر ہولڈرز کی مالی ذمہ داریاں 45 کروڑ 80 لاکھ ڈالر بڑھنے کی توقع ہے۔ اگر ریکوڈک مائننگ کمپنی (آر ڈی ایم سی) منصوبے کی لاگت کو تقریباً 6 ارب 94 کروڑ 60 لاکھ ڈالر تک محدود رکھنے میں کامیاب ہو جائے، تو شیئر ہولڈرز کی مجموعی سرمایہ کاری گھٹ کر 3 ارب 44 کروڑ 60 لاکھ ڈالر رہ جائے گی، جو پہلے کے 3 ارب 76 کروڑ 50 لاکھ ڈالر سے کم ہے۔ کُل منصوبے کی لاگت (مالیاتی اخراجات کو چھوڑ کر جو ڈالر میں ادا کیے جائیں گے) میں سے تقریباً 35 فیصد روپے میں ہوگی، جس سے مقامی شیئر ہولڈرز کا غیر ملکی زرمبادلہ کا خطرہ کم ہو جائے گا۔ پاکستان منرلز پرائیویٹ لمیٹڈ (پی ایم پی ایل) اور بلوچستان منرل ریسورس لمیٹڈ (بی ایم آر ایل) کی متناسب مالی ذمہ داریاں بالترتیب 2 ارب 14 کروڑ 50 لاکھ ڈالر اور ایک ارب 28 کروڑ 70 لاکھ ڈالر تخمینہ کی گئی ہیں، منصوبے کی مالی معاونت کے بعد یہ ذمہ داریاں ایک ارب 17 کروڑ 30 لاکھ ڈالر اور 70 کروڑ 40 لاکھ ڈالر رہ جائیں گی۔ ای سی سی نے ایس او ایز کو یہ اجازت بھی دی کہ وہ پی ایم پی ایل کے ذریعے سات سال کے دوران اپنے 2 ارب 14 کروڑ 50 لاکھ ڈالر کے عہد کو پورا کرنے کے لیے فنڈز واپس لے سکیں، چاہے وہ ایکویٹی ہوں یا شیئر ہولڈر قرضے۔

او جی ڈی سی ایل اور پاکستان پیٹرولیم لمیٹڈ ابتدائی غیر ملکی زرمبادلہ کی ضرورت اپنی موجودہ ذخائر سے پوری کریں گے، جب کہ وفاقی حکومت کسی بھی کمی کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے ذریعے پورا کرے گی۔ کمیٹی نے پیٹرولیم اور خزانہ کے سیکریٹریز کو حکومت کی طرف سے ضمانتیں حتمی شکل دینے اور معاہدے کرنے کا اختیار دیا، کسی بھی بنیادی تبدیلی کے لیے ای سی سی کی منظوری ضروری ہوگی۔

شیڈول اور منافع

پہلے مرحلے سے توقع ہے کہ 2028 کے آخر تک پہلی کانسنٹریٹ مل جائے گی، دوسرا مرحلہ ریکوڈک کو دنیا کی پانچ بڑی کانوں میں شامل کر دے گا، کان کی تخمینی عمر 37 سال ہے، جس سے 90 ارب ڈالر کی متوقع آپریٹنگ کیش فلو حاصل ہوگی، جس میں 70 ارب ڈالر فری کیش فلو شامل ہے۔

تقریباً 53 ارب ڈالر کی آمدنی پاکستان میں رہے گی، جس میں وفاق کے لیے 11 ارب ڈالر، بلوچستان کے لیے 11 ارب ڈالر، صوبائی حکومت کے لیے 6 ارب ڈالر فری کیری انٹرسٹ، بی ایم آر ایل کے لیے 9 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری اور پی ایم پی ایل کے لیے 15 ارب ڈالر شامل ہیں۔

بالواسطہ فوائد میں حمی، مشکی چاہ، نوک چاہ اور ڈربن چاہ گاؤں میں صاف پانی تک رسائی، سات پرائمری اسکولز اور مقامی نوجوانوں کے لیے تربیتی پروگرام شامل ہیں۔

منصوبہ تعمیر کے عروج کے دوران (2025-28) 7 ہزار 500 افراد کو ملازمت فراہم کرے گا اور آپریشن کے دوران 3 ہزار 500 افراد کام کریں گے۔

27 بلوچ گریجویٹس کو بیرک کے بیرون ملک مقامات پر تربیت کے لیے بھیجا گیا ہے، جبکہ چاغی ضلع کے 300 طلبہ ہنر فاؤنڈیشن کے پروگرامز میں داخل ہیں۔

ریلوے لنک کی مالی معاونت

ای سی سی نے آر ڈی ایم سی کے ساتھ ایک ہزار 350 کلومیٹر ریلوے ٹریک بنانے کے لیے 39 کروڑ ڈالر کے برج فنانسنگ انتظام کی بھی منظوری دی، جس سے کان کی کانسنٹریٹ بلوچستان سے پورٹ قاسم برآمد کے لیے پہنچائی جائے گی۔ یہ ریلوے لنک منصوبے کی تجارتی صلاحیت کے لیے نہایت اہم قرار دی گئی ہے اور اسے 2022 کے فارن انویسٹمنٹ (پروموشن اینڈ پروٹیکشن) ایکٹ کے تحت 'اہلیت یافتہ سرمایہ کاری' کے طور پر درجہ دیا گیا ہے۔ ریلوے ڈیولپمنٹ معاہدہ اور فنانسنگ ڈیل کے تحت حکومت تین سال کے لیے برج فنانسنگ فراہم کرے گی، سیکورڈ اوورنائٹ فنانسنگ ریٹ +250 بی پی ایس پر جو میچورٹی پر بلیٹ ادائیگی کے ذریعے واپس کی جائے گی۔ منصوبے کا فریم ورک وزارت ریلوے کی سرویز، ایم/ایس ویکٹورس کی تشخیصات اور تکنیکی، آپریشنل اور قانونی امور پر مشترکہ ورکنگ گروپس کی سفارشات کے بعد تیار کیا گیا، آر ڈی ایم سی نے ایم ایل-I اور ایم ایل-III کو جوڑنے والے پورٹ قاسم کے راستے کا انتخاب کیا ہے۔ ایم ایل-III ریلوے لائن کے نوکنڈی سے روہڑی والے حصے کو فوری طور پر بہتر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ آنے والے وقت میں زیادہ مال برداری کو سنبھالا جا سکے۔ وزارتِ ریلوے کو کہا گیا ہے کہ وہ یہ معاہدے وزارتِ خزانہ کے ساتھ شیئر کرے اور مارچ 2026 تک ای سی سی کو پیش رفت کی رپورٹ دے۔ اس منصوبے کی وزارتِ خزانہ، قانون، خارجہ امور اور اٹارنی جنرل کے دفتر نے بھی حمایت کی ہے، جب کہ وزیرِاعظم نے اگست میں اقتصادی امور ڈویژن کی سفارش پر اس فنانسنگ پلان کی منظوری دی تھی۔

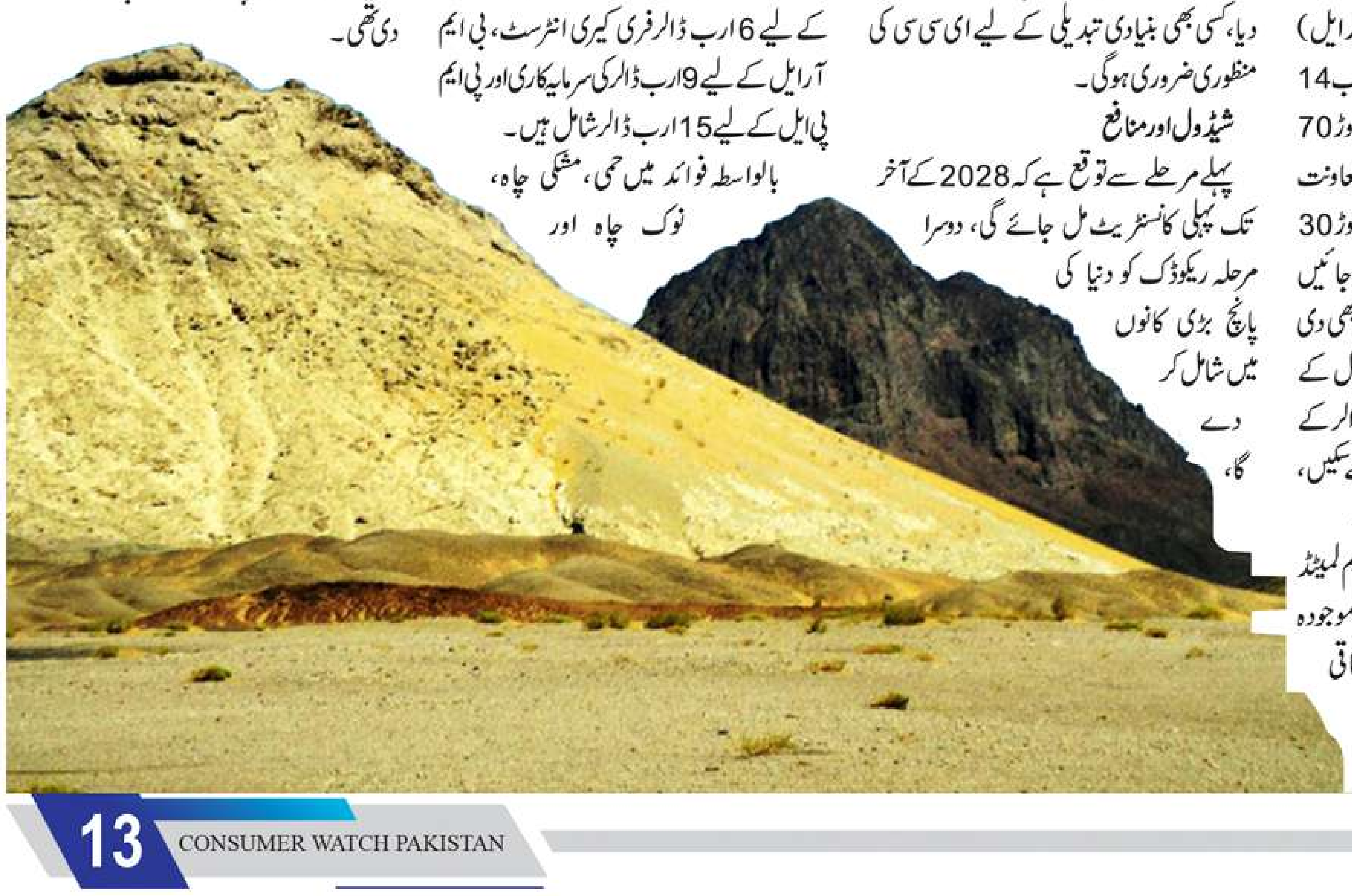

توانائی شعبہ: 12 کھرب قرض، 6 برس سرچارج

کنزیومرواچ رپورٹ

حکومت نے توانائی کے شعبے کے گردشی قرضوں کے خاتمے اور نجی بجلی گھروں (آئی پی پیز) کو ادائیگی کے لیے 18 بینکوں کے ساتھ تقریباً 12 کھرب 25 ارب روپے کے قرضوں کے معاہدوں پر دستخط کردیے۔ یہ معاہدہ اس وقت سامنے آیا جب گردشی قرضے ملکی معیشت اور توانائی کے ڈھانچے کے لیے سب سے بڑے خطرے کے طور پر ابھرے ہیں۔ ان ادائیگیوں کو پورا کرنے کے لیے صارفین سے اگلے 6 برس تک فی یونٹ 3.23 روپے سرچارج وصول کیا جائے گا، جو بوجھ براہِ راست عوام پر منتقل ہوگا۔

ڈان اخبار کے مطابق اس معاہدے پر وزیراعظم آفس میں دستخط ہوئے، جبکہ وزیراعظم نے نیویارک سے ورچوئل تقریب میں شرکت کی۔ معاہدے کے تحت حکومت کو 30 دن کے اندر بینکوں سے فنڈز کی فراہمی کی درخواست کرنا ہوگی تاکہ وقت پر استعمال ممکن ہو، ورنہ جرمانے کی شقیں لاگو ہوسکتی ہیں۔ ایک بار رقم کی منظوری کے بعد حکومت کے پاس یہ رقم نکلوانے کے لیے 3 ماہ کا وقت ہوگا۔

قرضے کا استعمال

کل قرضہ 12 کھرب 25 ارب روپے پر مشتمل ہے۔ اس میں سے 659 ارب روپے پاور ہولڈنگ لمیٹڈ کے قرضوں کی ادائیگی پر خرچ ہوں گے۔ بقیہ رقم آئی پی پیز، پٹرولیم کمپنیوں اور سبسڈی ایڈجسٹمنٹس پر استعمال ہوگی۔ ان ادائیگیوں میں کتابی اندراجات بھی شامل ہیں اور نقد ادائیگیاں بھی۔ یہ حکمت عملی وقتی طور پر قرضوں کے حجم کو کم کرنے اور پاور سیکٹر کے سپلائرز کا اعتماد بحال کرنے کی کوشش ہے۔

شامل بینک

وزارتِ خزانہ نے جن 18 بینکوں سے معاہدہ کیا ان میں بڑے کمرشل اور اسلامی بینک شامل ہیں، جیسے حبیب بینک، میزان بینک، نیشنل بینک، الائیڈ بینک، یو بی ایل، فیصل بینک، بینک الحبیب، ایم سی بی، بینک الفلاح، دبئی اسلامک، بینک آف پنجاب، بینک اسلامی، عسکری بینک، حبیب میٹرو، البرکہ، بینک آف خیبر، ایم سی بی اسلامک اور سونیری بینک۔ یہ وسیع البنیاد شراکت داری ظاہر کرتی ہے کہ حکومت نے تمام بڑے مالیاتی اداروں کو توانائی کے گردشی قرضوں کے حل میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔

قرض کی شرائط

قرض کی شرائط کے مطابق یہ قرض کائبور مائنس 9 فیصد کی شرح سود پر 6 برس کے لیے ہوگا۔ ہر سہ ماہی میں 310 تا 315 ارب روپے کی ادائیگی فی یونٹ 3.23 روپے سرچارج کے ذریعے صارفین سے وصول کی جائے گی۔ اس قرض پر سود کا کل تخمینہ تقریباً 640 ارب روپے لگایا گیا ہے۔ اس کے لیے نیپرا ایکٹ کی شق 31(8) میں ترمیم فنانس بل 2025-26 کے ذریعے شامل کی گئی، جس کے تحت بنیادی ٹیرف پر 10 فیصد کی حد ختم کردی گئی۔ اس اقدام سے مستقبل میں بجلی کے نرخوں میں اضافہ مزید آسان ہوگیا ہے۔

گردشی قرضے کی صورتحال

جولائی 2025 کے اختتام پر پاور سیکٹر کا گردشی قرضہ 16 کھرب 61 ارب روپے تک پہنچ گیا، جو صرف ایک ماہ میں 47 ارب روپے بڑھا۔ جون 2025 تک حکومت نے سبسڈی کی مد میں 780 ارب روپے ادا کرکے قرضہ 23 کھرب 93 ارب روپے سے کم کیا تھا، مگر یہ کمی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ یہ صورت حال ظاہر کرتی ہے کہ گردشی قرضے محض سبسڈی یا قلیل مدتی فنڈنگ سے قابو میں نہیں آتے بلکہ یہ ایک ڈھانچہ جاتی (structural) مسئلہ ہے۔

ماہرین کی رائے

انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل فنانس (IIF) اور فیڈریشن آف پاکستان چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری نے اس معاہدے پر خدشات ظاہر کیے ہیں۔ ماہرین کے مطابق قرضے اور مالی معاونت اس وقت تک پائیدار حل نہیں جب تک بجلی کے شعبے میں گہرائی تک اصلاحات نہ کی جائیں۔ سسٹم کی خرابیوں، لائن لاسز اور کمزور وصولیوں کی وجہ سے مسئلہ بار بار جنم لیتا ہے۔ آئی آئی ایف کے مطابق توانائی کے شعبے کا قرضہ مجموعی قومی پیداوار (جی ڈی پی) کے 4 فیصد کے قریب ہے، جو نہ صرف مالیاتی توازن بلکہ مہنگائی، بیرونی کھاتوں اور بینکاری نظام پر بھی دباؤ ڈالتا ہے۔

عوامی بوجھ میں اضافہ

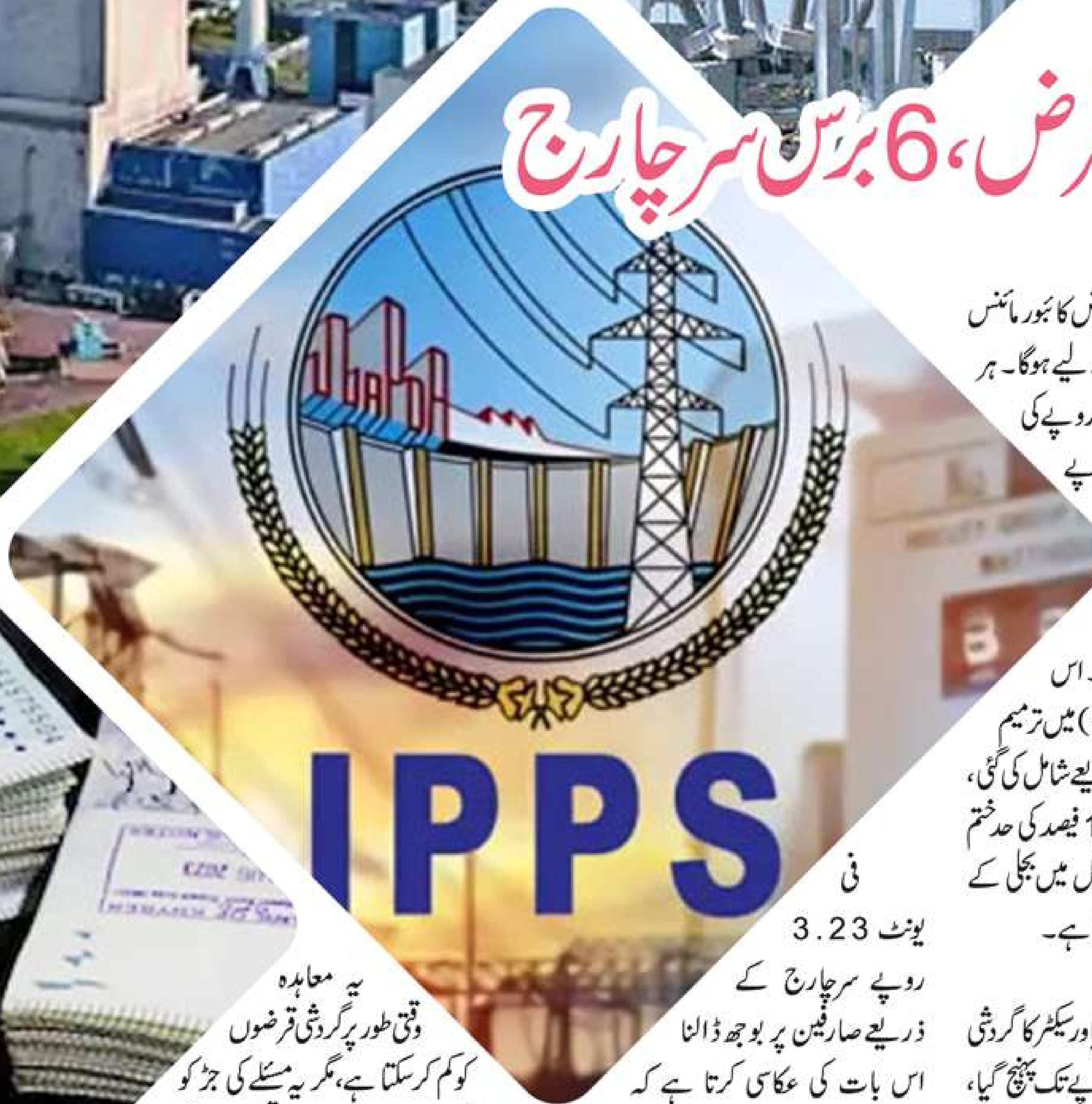

فی یونٹ 3.23 روپے سرچارج کے ذریعے صارفین پر بوجھ ڈالنا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ

> قرض اور سرچارج کا ماڈل وقتی طور پر آئی ایم ایف کو مطمئن کرسکتا ہے، مگر طویل مدتی پائیداری صرف اسی وقت ممکن ہے جب توانائی کی پیداوار اور ترسیل کا پورا نظام مالی اور تکنیکی لحاظ سے مستحکم ہو۔ حکومت اور بینکوں کے درمیان 12 کھرب 25 ارب روپے کے قرضوں کا یہ معاہدہ گردشی قرضوں کے بحران پر عارضی قابو پانے کی ایک کوشش ہے۔

حکومت توانائی کے بحران کا براہِ راست حل عوام سے وصولیوں میں دیکھ رہی ہے۔ موجودہ مہنگائی اور بجلی کے بلوں کی بڑھتی لاگت کے پیشِ نظر یہ اقدام عام صارفین، خصوصاً متوسط اور نچلے طبقے کے لیے مزید مشکلات پیدا کرے گا۔

قلیل مدتی ریلیف، طویل مدتی مشکلات

یہ معاہدہ وقتی طور پر گردشی قرضوں کو کم کرسکتا ہے، مگر یہ مسئلے کی جڑ کو نہیں کاٹتا۔ جب تک تقسیم کار کمپنیوں (ڈسکوز) کی کارکردگی بہتر نہیں ہوتی، بجلی کی چوری پر قابو نہیں پایا جاتا اور ٹیرف کا ڈھانچہ شفاف نہیں ہوتا، تب تک نئے قرضے بھی مستقبل میں بڑھتے رہیں گے۔

نجی شعبے پر اثرات

توانائی کے شعبے کے گردشی قرضے نجی شعبے پر بھی دباؤ ڈالتے ہیں۔ جب حکومت بینکوں سے بڑے پیمانے پر قرض لیتی ہے تو یہ نجی شعبے کے لیے سرمایہ کاری کی گنجائش کو محدود کردیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صنعتی شعبے کو مہنگی فنانسنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس سے پیداوار اور برآمدات متاثر ہوتی ہیں۔

مالیاتی دباؤ اور ترقیاتی اثرات

توانائی کے قرضے اور سبسڈیز قومی بجٹ پر بھاری بوجھ ڈال رہی ہیں۔ اس کے باعث حکومت کو سماجی بہبود، صحت، تعلیم اور ترقیاتی منصوبوں کے لیے وسائل محدود کرنے پڑتے ہیں۔ ایک طرف بجلی کے بحران سے صنعتیں متاثر ہوتی ہیں اور دوسری طرف ترقیاتی کام سست روی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

اصلاحات کی ضرورت

حقیقی حل صرف قرضوں یا سبسڈی میں نہیں بلکہ اصلاحات میں ہے۔ لائن لاسز کو کم کرنے، بجلی چوری پر قابو پانے، تقسیم کار کمپنیوں کی نجکاری یا بہتر گورننس، اور قابلِ تجدید توانائی میں سرمایہ کاری کے بغیر یہ مسئلہ بار بار ابھرتا رہے گا۔ مزید برآں، پالیسی میں تسلسل اور ادارہ جاتی احتساب بھی ضروری ہے تاکہ ہر نئی حکومت پرانے مسائل کو مزید پیچیدہ نہ کرے۔

بین الاقوامی دباؤ

آئی ایم ایف اور دیگر مالیاتی ادارے پہلے ہی پاکستان پر زور دے رہے ہیں کہ توانائی کے شعبے میں اصلاحات کی جائیں۔ یہ قرض اور سرچارج کا ماڈل وقتی طور پر آئی ایم ایف کو مطمئن کرسکتا ہے، مگر طویل مدتی پائیداری صرف اسی وقت ممکن ہے جب توانائی کی پیداوار اور ترسیل کا پورا نظام مالی اور تکنیکی لحاظ سے مستحکم ہو۔ حکومت اور بینکوں کے درمیان 12 کھرب 25 ارب روپے کے قرضوں کا یہ معاہدہ گردشی قرضوں کے بحران پر عارضی قابو پانے کی ایک کوشش ہے۔ مگر اصل سوال یہ ہے کہ کیا یہ حل پائیدار ہے؟ فی الحال عوام پر بڑھتے بوجھ، معیشت پر دباؤ اور نجی شعبے کے لیے مشکلات کا خدشہ برقرار ہے۔ جب تک بنیادی اصلاحات نہیں ہوتیں، قرض اور سرچارج جیسے اقدامات صرف وقت خریدنے کا ذریعہ ہیں، مستقل علاج نہیں۔

بڑھتی ہوئی پیداواری لاگت

پاکستان کا ٹیکسٹائل شعبہ مشکلات کا شکار

کنزیومرواچ رپورٹ

پاکستان کا ٹیکسٹائل شعبہ امریکا کی منڈی میں بھارت کی کمزور موجودگی سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے میں مشکلات کا شکار ہے۔ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق بڑھتی ہوئی پیداواری لاگت، کپاس کے معیار میں گراوٹ اور غیر موافق حکومتی پالیسیوں نے برآمد کنندگان کے لیے مشکلات کھڑی کر دی ہیں۔اگرچہ بھارت پر عائد ٹیرف کے باعث پاکستان کے لیے زیادہ مارکیٹ شیئر حاصل کرنے کی توقعات تھیں، لیکن مقامی صنعت بڑے چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے، اس ہفتے ٹیرف، مہنگائی اور قدرتی آفات کے اثرات کے حوالے سے بڑھتی ہوئی تشویش نے ان مشکلات کو مزید اجاگر کیا ہے، صنعت کے رہنما خبردار کر رہے ہیں کہ اگر فوری اصلاحات نہ کی گئیں تو پاکستان قیمتی برآمدی مواقع ضائع کر دے گا۔کراچی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے صدر جاوید بلوانی نے بڑھتی ہوئی لاگت پر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جب پیداواری اخراجات اتنے زیادہ ہیں کہ امریکی مارکیٹ میں فروخت ہی ممکن نہیں رہتی، تو ہم مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟۔اہم مسائل میں پاکستانی ٹیکسٹائل برآمدات پر بھاری ٹیرف، سیلاب سے کپاس کی فصل کو نقصان، اور ایکسپورٹ فیسلیٹیشن اسکیم (ای ایف ایس) میں تبدیلیاں شامل ہیں، امریکا نے پاکستانی ٹیکسٹائل پر 29 فیصد مؤثر ٹیرف عائد کر رکھا ہے، جس میں 19 فیصد اضافی اور 10 فیصد بنیادی ٹیرف شامل ہے۔اس سے پاکستانی مصنوعات کا مقابلہ چین اور ویتنام جیسے علاقائی حریفوں سے مشکل ہو جاتا ہے، جہاں پیداواری لاگت کم ہے۔گل احمد کی جانب سے ملبوسات کی برآمدات معطل کرنے کا فیصلہ اس بحران کی ایک بڑی مثال ہے۔برآمدکنندہ عامر عزیز نے وضاحت کی کہ ان کی کمپنی نے بھاری ٹیرف کے باعث آرڈرز لینا بند کر دیے ہیں، ان کے مطابق 29 فیصد ٹیرف کے ساتھ ہماری مصنوعات مارکیٹ شیئر حاصل نہیں کر سکتیں، چاہے بھارت کی موجودگی کم ہی کیوں نہ ہو۔رواں سال کے سیلاب نے کپاس کی فصل کو بری طرح متاثر کیا ہے، جس سے مقدار کے ساتھ ساتھ معیار بھی متاثر ہوا ہے، پاکستان کی کپاس کی پیداوار کا تخمینہ 50 لاکھ گانٹھوں تک گرنے کا امکان ہے، جو سیلابی نقصانات کی وجہ سے مزید بگڑ گیا ہے۔برآمدکنندگان کے مطابق اصل مسئلہ پیداوار کی کمی نہیں بلکہ معیار کی گراوٹ ہے۔فرسودہ زرعی طریقے اور ناقص بیج بھی کپاس کے معیار میں کمی کا باعث بنے ہیں، جس سے عالمی معیار کے مطابق یارن اور ٹیکسٹائل تیار کرنا مشکل ہو گیا ہے، ماہرین کا کہنا ہے کہ بیجوں میں جدت اور تحقیق کے ذریعے کپاس کے معیار کو بہتر بنانا صنعت کے لیے ناگزیر ہے۔ای ایف ایس میں حالیہ ترامیم نے صنعت پر مزید بوجھ ڈال دیا ہے، پہلے اس اسکیم کے تحت برآمدی پیداوار کے لیے خام مال ڈیوٹی اور ٹیکس فری درآمد کیا جا سکتا تھا، لیکن نئی پالیسی کے تحت کپاس، یارن اور گرے کلاتھ کو اس سہولت سے نکال دیا گیا ہے، جس سے برآمدکنندگان کو پیشگی ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔اس عمل نے لیکویڈیٹی کو متاثر کیا اور پیداواری لاگت میں اضافہ کر دیا ہے، جاوید بلوانی نے ان تبدیلیوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ یہ پاکستانی برآمدات کی مسابقت کو کمزور کرتی ہیں اور ٹیکسٹائل شعبے کی بقا کو خطرے میں ڈال سکتی ہیں، پاکستان ٹیکسٹائل کونسل سمیت دیگر صنعتی تنظیموں نے بھی ان ترامیم کی سخت مخالفت کی ہے۔ان تمام مسائل کے باعث برآمدکنندگان کا کہنا ہے کہ بھارت کی کمزور موجودگی کے باوجود پاکستان کی ٹیکسٹائل صنعت مشکلات میں گھری رہے گی، جب تک کپاس کے معیار میں بہتری اور حکومتی پالیسیوں میں تعاون نہیں آتا، پاکستان کے لیے عالمی ٹیکسٹائل مارکیٹ میں بڑا حصہ حاصل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

گل احمد کی برآمدات معطل

پاکستان کے سب سے بڑے ٹیکسٹائل اداروں میں سے ایک، گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ (جی اے ٹی ایم) نے اس ہفتے اعلان کیا ہے کہ وہ ملبوسات کی برآمدات معطل کر رہی ہے۔کمپنی نے اس کی وجہ بڑھتی ہوئی پیداواری لاگت، حکومتی پالیسی میں تبدیلیوں اور علاقائی مسابقت کو قرار دیا، پاکستان اسٹاک ایکسچینج (پی ایس ایکس) کو دی گئی اطلاع میں کہا گیا کہ بڑھتے ہوئے اخراجات اور سخت مقابلے کی وجہ سے ملبوسات کی برآمدات اب مزید قابلِ عمل نہیں رہیں۔تاہم کمپنی نے وضاحت کی کہ وہ ہوم ٹیکسٹائل، اسپننگ اور ویونگ جیسے دیگر شعبوں میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھے گی۔پی ایس ایکس کو نوٹس میں کہا گیا ہے کہ گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے 29 ستمبر 2025 کو منعقدہ اجلاس میں کمپنی کے برآمدی ملبوسات کے شعبے کی سرگرمیاں بند کرنے کا فیصلہ کیا، یہ فیصلہ اس شعبے کی کارکردگی اور مستقبل کے امکانات کے جامع جائزے کے بعد کیا گیا ہے۔کمپنی نے فیصلے کی کئی وجوہات بیان کیں، جن میں علاقائی مسابقت، مضبوط ایکسچینج ریٹ اور حالیہ حکومتی پالیسی میں تبدیلیاں جیسے ایڈوانس ٹرن اوور ٹیکس میں اضافہ شامل ہیں۔اس کے علاوہ کپڑے کی بڑھتی ہوئی قیمتیں اور زیادہ توانائی ٹیرف نے پیداواری ڈھانچے اور منافع کو شدید متاثر کیا ہے، گل احمد کا ماننا ہے کہ ملبوسات کی برآمدات روکنے سے کمپنی کو دیگر پائیدار شعبوں پر توجہ دینے کا موقع ملے گا اور مجموعی مالی پوزیشن مضبوط ہوگی۔پاکستان کا ٹیکسٹائل شعبہ اس وقت بیرونی ٹیرف، سیلابی نقصانات اور گھریلو پالیسی کی تبدیلیوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔یہ مشکلات اس بات کو اجاگر کرتی ہیں کہ کپاس کے معیار میں بہتری، ٹیکس پالیسی میں نرمی، اور برآمدکنندگان کے لیے ایک زیادہ معاون ماحول پیدا کرنے کے لیے فوری اصلاحات کی ضرورت ہے، بصورتِ دیگر پاکستان بھارت کی کمزور موجودگی کے باوجود قیمتی برآمدی مواقع کھو دے گا۔

چیف ایڈیٹر: شیخ راشد عالم

ایڈیٹر: نشید آفاقی

صارفین سے سرکار تک

کنزیومر واچ

CONSUMER WATCH PAKISTAN

Government of Pakistan office of the Press Registrar Islamabad Registration No.2793

H41، پی ای سی ایچ ایس، بلاک 2، کراچی فون نمبر: 021-34528802-3